بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلام باری، مانچسٹر

اشارات

نظام الصلوٰۃ کی ضرورت

صوبہ سرحد کی حکومت نے نماز کے اوقات پر کاروبار بند رکھنے کا قانون پاس یا نافذ کیا ہے۔ نظام الصلوٰۃ کا نام دیا گیا ہے۔ ہماری طرح نماز تو انگریز کے دورِ حکومت میں بھی پڑھی جاتی تھی اور پاکستان بنانے میں قائداعظمؒ کی مخالفت میں نیشنلسٹ علماء کے گٹھ جوڑ سے ہندو بھی نماز کی اجازت کا وعدہ دیتے تھے۔ اسی لئے مفکرِ قرآن علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

محض نماز کی ادائیگی سے زندگی اسلامی نہیں بن جاتی، اسلامی زندگی اسلامی نظام کے تابع ہی ممکن ہے جس سے اعراض برتتے ہوئے 57 سالوں سے ہم گریز کی راہیں نکالتے چلے آ رہے ہیں نتیجہ سب کے سامنے اور قرآنی اصول کے مطابق ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں اللہ کا ارشاد ہے کہ جو فرد یا قوم ہمارے قوانین سے اعراض برتے گی اس کی معیشت (روزی) تنگ ہوجائے گی اور یومِ قیامت اسے اندھا اٹھایا جائے گا۔ قرآن کریم پر ایمان کے باوجود اس میں دیئے گئے خدا کے نظامِ ربوبیت کو پسِ پشت ڈال کر ہم غربت دور کرنے کے فارمولے ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔

مذہبی پیشوا اور اللہ کے ارشادات

یہ ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ اپنے عہد معاہدہ، قول قرار کو، جن کی پابندی کی تاکید قانون خداوندی اس شدت سے کرتا ہے، دنیاوی مفاد کی خاطر بیچ ڈالتے ہیں، انہیں مفاد عاجلہ تو حاصل ہو جاتے ہیں لیکن مستقبل کی خوشگواریوں میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوسکتا اور یہ ظاہر ہے کہ اس دنیا کا فائدہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مستقبل کے مقابلہ میں اس کی کچھ قیمت نہیں ہو سکتی۔ مستقبل کی خوشگواریوں کے سلسلہ میں قانون خداوندی ایسے لوگوں سے بات تک نہیں کرے گا۔ ان کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ ان خوشگواریوں میں حصہ نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی صلاحیتیں دب کر رہ جائیں گی۔ ان کی ذات کی نشوونما نہیں ہو گی اور اس طرح یہ درد انگیز عذاب مبتلا ہو جائیں گے۔ ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو اپنی طرف سے

باتیں وضع کرتے ہیں اور پھر انہیں وحی خداوندی کے ساتھ اس طرح بٹ دیتے ہیں کہ وہ دونوں مل کر ایک ہی نظر آئیں اور یوں انسانوں کی باتیں خدا کی شریعت بن جائیں۔ جب ان سے پوچھو تو پوری دیدہ دلیری سے کہہ دیتے ہیں کہ وہ باتیں بھی خدا ہی کی طرف سے ہیں' حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتیں۔ اس طرح یہ لوگ دیدہ و دانستہ خدا کے خلاف جھوٹ بولتے ہیں اور افترا پردازی کرتے ہیں۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ لوگوں سے اپنی باتیں منوائیں اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق چلائیں (قرآن)۔ لوگ اتنا نہیں سمجھتے ہیں کہ ان کی یہ خودساختہ شریعت اور اس کے ذریعے کمائی ہوئی دولت ان کے لئے سراسر تباہی اور بربادی کا موجب ہے (قرآن)۔

آمدِ مہدی و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام

جو کچھ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے اسے اس کے صحیح مقام پر رکھ کر دیکھئے' اس کا نتیجہ ہدایت' شرف و مجد' خوش گواریاں و کامرانیاں و سربلندیاں ہوگا' لیکن اگر اسے اس کے مقام سے ہٹا کر اپنے خودساختہ معتقدات و نظریات اور مسالک کے تابع رکھ دیا جائے تو اس کا نتیجہ گمراہی' ذلت و رسوائی' تباہی و بربادی اور انحطاط و زوال ہوگا۔ مسلمانوں کے ساتھ یہی کچھ ہو رہا ہے اور جس شے کا قرآن میں ذکر ہی نہ ہو' اسے زیب داستاں کے لئے سینہ سے لگائے لگائے پھرنے کا نتیجہ ظاہر ہے سوائے سراب کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ لگ جاؤ' تمہاری سماعت' بصارت اور عقل ہر ایک سے سوال کیا جائے گا''۔ (القرآن)۔ انسان اپنے تجربے' مشاہدے' غور و فکر اور عقل سے علم حاصل کرتا ہے یعنی یہ علم اس کو حواس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس علم کو ادراک بالحواس کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ایک علم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عطا کرتا تھا' جس میں یہ علم حاصل کرنے والوں کے خیالات و قیاسات اور جذبات کو قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا تھا۔ اس علم کو وحی خداوندی کہا جاتا ہے اور جسے یہ علم عطا کیا جاتا تھا وہ رسول یا نبی کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے کہ: ''وہی عالم الغیب ہے اور اپنی غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا' مگر جس رسول کو پسند فرمائے''۔ (القرآن)۔ ''خدا ایسا بھی نہیں کرتا کہ تمہیں غیب کی باتیں بتا دے مگر وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے غیب بتانے کے لئے چن لیتا ہے''۔ (القرآن) رسول کریم ﷺ سے کہا گیا کہ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو تیری طرف وحی کی گئی''۔ (القرآن) سنت اللہ یہی ہے جس کی رو سے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح حضور اکرم ﷺ کے پاس بھی علم حاصل کرنے کے دو ہی ذریعے تھے' ایک تو ان کی عقل سلیم و بصیرت انسانی اور دوسرے وحی الٰہی جو صرف اور صرف قرآن کریم میں محفوظ ہے''۔ (القرآن)۔ قرآن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے تمہیں اور انہیں بھی جن تک یہ بعد ازاں پہنچے' زندگی کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کروں''۔ (القرآن) اور آپ سے کہلوایا گیا کہ: ''کیا تمہارے لئے قرآن ہی کافی نہیں ہے''۔ (القرآن) گذشتہ و آئندہ کے جن واقعات کا علم حضور اکرم ﷺ کو دیا گیا وہ وحی

کے ذریعے دیا گیا اور انکا ذکر قرآن میں آ گیا ہے۔ وحی الٰہی یعنی قرآن کریم کے علاوہ آپ ﷺ کے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے آپ کو آئندہ کے واقعات کا علم ہوتا۔ رسول کریم ﷺ قرآن کے علاوہ کسی قسم کے غیب کا علم نہیں رکھتے تھے۔ چوں کہ امام مہدی اور نزول عیسیٰ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے' لہٰذا یہ عقیدہ یا نظریہ قرآن کے خلاف' وضعی روایات پر مبنی' اسرائیلیات اور عیسائیت سے مستعار لیا ہوا ہے اس لئے آمد مہدی اور نزولِ عیسیٰ جیسے خلاف قرآن نظریات کو چھوڑنا ہماری آنے والی نسلوں کے لئے بہتر ہوگا۔

مسلمان مگر کون سا؟

ہم مسلمانوں میں دو بنیادی فرقے شیعہ اور سنی ہیں۔ شیعوں کا دعویٰ ہے کہ رسول ﷺ کا وہی مذہب تھا جس کے پیرو وہ ہیں۔ یعنی (بقول ان کے) رسول ﷺ شیعہ تھے۔ ان کے برعکس یہی دعویٰ سنیوں کا ہے۔ یعنی (بقول ان کے) رسول ﷺ سنی تھے۔ پھر سنیوں میں اہل حدیث اور اہل فقہ ہیں۔ اہل فقہ میں حنفی' شافعی' مالکی اور حنبلی ہیں۔ حنفیوں میں دیوبندی اور بریلوی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ وہ رسول ﷺ کے متبع ہیں۔ سنت رسول ﷺ کے پیرو ہیں۔ یعنی (بقول ان کے) رسول ﷺ اہل حدیث تھے' حنفی تھے۔ شافعی تھے۔ مالکی تھے۔ حنبلی تھے۔ دیوبندی تھے۔ بریلوی تھے۔ اور ان کے اس دعوے کا قرآنی جواب یہ ہے کہ رسول ﷺ تو ان سب سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اس لئے وہ ان فرقوں میں سے کیسے ہو سکتے ہیں؟ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ ''وہ خالص مسلم تھے''۔ اسی طرح رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ خالص مسلم تھے''۔ اسی طرح رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''میں سب سے پہلا مسلم ہوں''۔ اور یہ نام خود خدا کا مقرر کردہ ہے۔ خود خدا نے تمہارا نام مسلم رکھا تھا۔ قرآن سے پہلے بھی اور اس میں بھی (22/78) لہٰذا' اس نام کے سوا اپنے آپ کو کسی اور نام سے پکارنا ارشاد خداوندی اور سنت رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ لیکن ہماری کیفیت یہ ہے کہ اگر کوئی پوچھے کہ تم کون ہو' اور آپ جواب میں کہہ دیں کہ ''مسلمان'' تو اس سے اس کی تسلی نہیں ہوتی۔ پھر وہ پوچھتا ہے کہ ''کون سا مسلمان؟'' یعنی خدا کے مقرر کردہ رسول ﷺ کے ارشاد فرمودہ نام سے تسلی نہیں ہوتی۔ تسلی ہوتی ہے تو ان ناموں سے جو بعد میں وضع کردہ ہیں۔

(بشکریہ جنگ' لندن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید امتیاز احمد

پھول جو میں نے چنے

(''معراج انسانیت'' سے ماخوذ)

سیرت محمدیہؐ درحقیقت' تعارف وتاریخ ہے اس انقلاب کی جس سے انسانیت پستیوں اور ناہمواریوں کے اس ذلت آمیز و کرب انگیز جہنم سے نکل کر جس میں اسے ملوکیت کی مستبدانہ دراز دستیوں' پیشوائیت کی ابلیسانہ دسیسہ کاریوں اور مفاد پرست گروہوں کی سفاکانہ خون آشامیوں نے دھکیل رکھا تھا' بلندیوں اور ہمواریوں کی اس روح پرور و نشاط انگیز جنت میں جا پہنچی جس میں ہر متنفس کے مضمر جوہروں کی بالیدگی اور ثمر باری کے اسباب ومواقع بلا روک ٹوک موجود تھے۔

(مقدمہ' ص۲۴)

☆☆☆

مسلمانوں نے جس طرح قرآن جیسے نیر درخشندہ کو انسانی تصورات وتخیلات کے بادلوں میں چھپا رکھا ہے اور اس طرح اس کی روشنی اور حرارت سے نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ ساری دنیا کو محروم کر رکھا ہے' اسی طرح انہوں نے سیرتِ محمدیہؐ کے جگمگاتے چراغ کو بھی اپنے توہمات اور معتقدات کے دبیز پردوں میں مستور کر رکھا ہے۔

(مقدمہ' ص۲۹)

☆☆☆

جہاں انبیائےؑ سابقہ کی پیش کردہ تعلیم کائناتی حوادث یا انسانی دست برد کی نذر ہوگئی' وہاں ان حضرات کی سیرت بھی اس قدر مسخ کر دی گئی کہ وہ آنے والوں کے لئے اسوۂ حسنہ بننے کی بجائے الٹی ضلالت وغوایت کا موجب بن گئی۔ اسی خدشے کے پیشِ نظر قرآن کریم نے حضورؐ کی سیرتِ طیبہ کے تمام اہم گوشوں کو خود اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح خدا کی تعلیم ہمارے پاس حرفاً حرفاً اپنی اصل شکل میں موجود ہے اسی طرح خدا کے رسولؐ کی سیرتِ مقدسہ کے اصولی گوشے نقشاً نقشاً اپنے حقیقی رنگ میں ہمارے لئے وجہ تابانی قلب ونظر ہیں۔

(ص۳۷)

☆☆☆

جس معاشرہ میں عیب عیب نہ رہے بلکہ ہنر بن جائے اس کی سیاسی اور بنیادی خرابیاں کسی تصریح کی محتاج نہیں رہتیں۔

(ص۳۹)

☆☆☆

رسولؐ کی بعثت ایک ہنگامی واقعہ نہیں ہوتا کہ یونہی اتفاقی طور پر ظہور میں آ جائے۔ بلکہ یہ ایک اہم کڑی ہوتی ہے اس عظیم الشان سلسلہ کی جس کی رو سے انسانوں تک وحی کی راہنمائی پہنچائی جاتی ہے۔

(ص۳۹)

☆☆☆

دنیا میں کونسا انقلاب ہے جس کی کامیابی کی داستانیں خونیں حروف سے نہیں لکھی گئیں؟ کونسی تحریک ہے جو شمشیر و سناں کے سایوں میں پروان نہیں چڑھی؟ حق و باطل کی کونسی آویزش ہے جس کے فیصلے قتل گاہوں میں نہیں ہوئے؟ صدقِ وعدل کی کونسی آواز ہے جسے دبانے کے لئے ابلیسی نظامِ استبداد نے دار و رسن سے گریز کیا ہے؟ ازل سے یہی ہوتا آیا ہے اور ابد تک یہی ہوتا رہے گا۔

(ص۹۹)

☆☆☆

حقیقت یہ ہے کہ مذہبی پیشوائیت کا سارا مدار اسلاف کی پرستش پر ہے۔ وہ پہلے اسلاف کی عظمت لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیتے ہیں اور اس کے بعد اپنے آپ کو ان اسلاف کی عظمت کے محافظ اور ان کے مسلک کے نگہبان کی حیثیت سے پیش کر کے لوگوں سے اپنی پرستش کراتے ہیں۔

(ص۱۱۱)

☆☆☆

سورج کی آنکھ نے جو کچھ اس کرۂ ارض پر دیکھا ہے اگر اس کی فلم تیار ہو سکے تو آپ دیکھیں گے کہ عقل انسانی کی تمام تگ و تاز اسی میں صرف ہوتی رہی ہے کہ عوام کو کس طرح قابو میں رکھ کر انہیں اپنی اغراض و مقاصد کے حصول کا آلۂ کار بنایا جائے۔ جو اس فن میں زیادہ ماہر ہے وہی صاحبِ اقتدار و ذی وجاہت ہے۔

(ص۱۱۲)

☆☆☆

قوموں کی موت وحیات کا مدار ان کی قوتِ ایمانی پر ہے۔ اگر انہیں اپنے مسلک زندگی کی صداقت پر یقین ہے اور وہ یقین دل کی گہرائیوں میں پیوست تو پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں ان کے مقام سے نیچے نہیں گرا سکتی۔

(ص۱۳۰)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

طلوعِ اسلام کے گذشتہ نصف صدی کے فائل دیکھیں تو ان میں ایک موضوع مسلسل اور متواتر سامنے آتا دکھائی دیتا ہے کہ ہماری نئی نسلیں اس نظریہ سے بیگانہ ہو رہی ہیں جس پر مملکتِ پاکستان کی عمارت استوار ہوئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی ایک جداگانہ مملکت کی اہمیت بلکہ اس کے جواز تک کا احساس مٹتا جا رہا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نظریہ پاکستان کا مثبت تصور اور قائداعظم علیہ الرحمہ کی حقیقی شخصیت سامنے نہیں لائی جاتی۔ دوسری جانب اسلام دشمن، تخریبی عناصر کی طرف سے برابر یہ بتایا جا تا رہا ہے کہ پاکستان کی ساری مصیبتوں اور مشکلات کا راز تقسیم ملک کی ''بنیادی غلطی'' میں پنہاں ہے۔ جو دوست نما دشمن قیام پاکستان کے حق میں بات کرتے بھی ہیں تو کچھ ایسے کہ یہ محض ہندوؤں کی تنگ نظری کا نتیجہ تھا کہ مسلمان ان سے الگ ہونے پر مجبور ہو گئے۔ گویا مطالبۂ پاکستان کا جذبۂ محرکہ کوئی مثبت تقاضا نہیں تھا بلکہ ہندوؤں کی تنگ نظری کا منفی ردعمل تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ تحریک جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی مفاد پرستی کی پیدا کردہ تھی۔ مذہبی پیشوائیت بڑے شدومد سے پرچار کرتی ہے کہ مطالبہ پاکستان کی بنیاد مذہب پر تھی۔ اس کی طرف سے مذہب کا جو تصور پیش کیا جاتا ہے، اس پر نوجوان طبقہ جب غور کرتا ہے تو اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مذہبی آزادی کے لئے الگ مملکت کی ضرورت کیا تھی۔ اس قسم کی مذہبی آزادی تو دنیا کے ہر سیکولر ملک کی طرح ہندوستان میں مسلمانوں کو آج بھی حاصل ہے۔ متحدہ ہندوستان کے حامی نیشنلسٹ مسلمان قائداعظم کی ذات پر یہ الزام لگانے میں بھی نہیں شرماتے کہ تحریک تقسیم ہند انگریزوں کی اسکیم تھی اور قائداعظم ان کے آلۂ کار تھے۔

پاکستان کی جداگانہ مملکت اور قائداعظم علیہ الرحمہ کی سیرت و کردار کے خلاف اس قسم کا متواتر اور منظّم پروپیگنڈہ روزِ اول سے ہوتا رہا ہے۔ طلوعِ اسلام اربابِ حل وعقد اور اصحاب فکر و نظر کی توجہ اس جانب بار بار مبذول کراتا رہا ہے کہ اگر اس کا سدباب نہیں کیا گیا تو خدانخواستہ پاکستان کی سالمیت ہی معرضِ خطر میں آ جائے گی۔ اس کے سدباب کا طریق یہ ہے کہ قوم کے تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ کے سامنے اس نظریہ کو پوری وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے جو مطالبۂ پاکستان کی بنیاد تھا اور ہمارے لئے علیحدہ مملکت کا وجہ جواز بنا۔ قائداعظم کی سیرت و کردار کے تابندہ نقوش جو پاکستان کو وجود میں لانے کا ایک بڑا سبب تھا، عوام کے ذہن نشین کرائے جائیں۔ 25 دسمبر جو قائداعظم علیہ الرحمہ کا یوم پیدائش ہے، کی مناسبت سے ہم زیرِ نظر شمارہ میں ماہنامہ طلوعِ اسلام کی فائلوں سے فرمودات قائداعظم، اور قائداعظم سے متعلق چھپنے والے دیگر مضامین و مقالات میں سے کچھ پھول چن کر آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ تحریکِ پاکستان کا حقیقی پس منظر اور قائداعظم کی سیرت کے تابناک گوشوں کا منظر ایک بار پھر تازہ ہو جائے اور یوں ہم اپنے محسن قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ کے یوم ولادت کے موقع پر ان کے شایانِ شان ہدیۂ تحسین و تبریک پیش کر سکیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرموداتِ قائداعظمؒ

قرآن کریم

☆''میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملا' نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے' البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانینِ اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے' اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں' زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی' سیاسی ہو یا معاشی غرض یہ کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو''۔

(عثمانیہ یونیورسٹی' حیدرآباد دکن ۔۱۹۴۱ء)

(طلوع اسلام ۔جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۵۵)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''بعض لوگ نکتہ چینی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام کیا ہے؟ یہ لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ میں اسلام سے ناواقف ہوں' میں نے قرآن کریم کو بار بار بغور پڑھا ہے اور جب میں نے یہ کہا تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہوگا تو یہ محض ادعا اور بڑ نہیں تھی''۔

(طلوع اسلام ۔فروری ۱۹۵۹ء صفحہ ۷۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیشِ نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفاکیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں' اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمان کی' نہ کسی اور شخص یا ادارے کی' قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کر سکتے ہیں اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے''۔

(عثمانیہ یونیورسٹی' حیدرآباد دکن ۔۱۹۴۱ء)

(طلوع اسلام ۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''آپ نے مجھ سے ایک پیغام کی خواہش کی ہے ۔میں بھلا آپ کو کیا پیغام دے سکتا ہوں' روشنی اور راہنمائی کے لئے تو ہم سب قرآن کے عظیم ترین پیغام سے فیضیاب ہیں''۔

(فرنٹیئر مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس ۔۱۴ اپریل ۱۹۴۳ء)

(طلوع اسلام ۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''جب ہمارے پاس قرآن کریم ایسی مشعلِ ہدایت موجود ہے تو پھر ہم اس کی روشنی میں ان اختلافات کو کیوں نہیں مٹا سکتے؟''۔

(پیغام عید ۔۱۳ نومبر ۱۹۴۵ء)

(طلوع اسلام۔ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۳۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس حقیقت سے' سوائے جہلاء کے ہر شخص واقف ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ یہ ضابطۂ حیات' مذہب' معاشرت' تجارت' عدل' فوج' سول' فوجداری کے تمام قوانین کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ مذہبی رسوم ہوں یا روزمرہ کی زندگی کے عام معاملات' روح کی نجات کا سوال ہو یا بدن کی صفائی کا' اجتماعی واجبات کا سوال ہو یا انفرادی حقوق کا' اخلاقیات کا معاملہ ہو یا جرائم کا' اس دنیا میں مجرموں کی سزا کا سوال ہو یا آخرت کی عقوبت کا' ان تمام معاملات کے لئے اس ضابطہ میں قوانین موجود ہیں' اسی لئے نبی اکرمﷺ نے فرمایا تھا کہ ہر مسلمان کو قرآن کا نسخہ اپنے پاس رکھنا چاہئے اور اس طرح اپنا مذہبی پیشوا آپ بن جانا چاہئے''۔

(عید کا پیغام۔۱۹۴۵ء)

(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۰ء صفحہ ۷۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس وقت میدان سیاست میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہے' لوگ پوچھتے ہیں کہ کون فتح یاب ہوگا' علم غیب تو خدا کو ہے' لیکن میں ایک مسلمان کی حیثیت سے علی روس الاشہاد کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر ثبات و استقامت پر کاربند رہیں اور اس ارشاد خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ مسلمان سب بھائی بھائی ہیں تو ہمیں دنیا کی کوئی طاقت یا کئی طاقتوں کا مجموعہ بھی مغلوب نہیں کرسکتا''۔

(جلسۂ عام حیدرآباد دکن۔۱۱ جولائی ۱۹۴۶ء)

(طلوع اسلام۔فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''وہ کیا چیز ہے جس نے مسلمانوں کو ایک رشتے میں پرو رکھا ہے' وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملی عمارت کی بنیاد ہے' وہ کونسا لنگر ہے جس سے ان کی کشتی بندھ رہی ہے؟

ان سوالوں کا جواب ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ یہ محکم رشتہ' یہ سنگین چٹان' یہ آہنی لنگر خدا کی وہ کتابِ عظیم (قرآن کریم) ہے جس نے تمام مسلمانوں کو جسدِ واحد بنا رکھا ہے' مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں وحدت زیادہ ہوتی جائے گی' اس لئے کہ ہمارا خدا ایک' خدا کی کتاب ایک' اس کا رسول ایک' اس لئے ہماری ملت بھی ایک ہے''۔

(مسلم لیگ کراچی سیشن میں تقریر)

(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۰ء صفحہ ۶۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس حقیقت سے ہر مسلمان باخبر ہے کہ قرآن کے قوانین صرف مذہبی اور اخلاقی حدود تک محدود نہیں' گبن ایک مقام پر لکھتا ہے کہ بحر اٹلانٹک سے لے کر گنگا تک ہر جگہ قرآن کو ضابطۂ حیات کے طور پر مانا جاتا ہے جس کا تعلق صرف الٰہیات تک نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے لئے سول اور فوجداری قوانین کا ضابطہ ہے جس کے قوانین نوع انسان کے تمام احوال و اعمال کو محیط ہیں اور وہ منشائے خداوندی کے مظہر ہیں۔ اس حقیقت سے سوائے جہلا کے ہر شخص واقف ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ مذہب' معاشرت' تجارت' عدالت' فوج' سول اور فوجداری کے تمام قوانین کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے' مذہبی رسوم ہوں یا روزمرہ کی زندگی کے عام معاملات۔ روح کی نجات کا سوال ہو یا بدن کی صفائی کا۔ اس دنیا میں مجرموں کی سزا کا سوال ہو یا آخرت کی عقوبت کا' ان تمام معاملات

کے لئے اس ضابطے میں قوانین موجود ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہر مسلمان کو قرآن کا نسخہ اپنے پاس رکھنا چاہئے''۔

(تقاریر وتحریراتِ جناحؒ حصہ دوم صفحہ ۴۰۵)

(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۸)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم (ہندوؤں کی طرف سے) ایک ایسی سازش کا شکار ہوئے ہیں جو بڑی گہری اور سوچ سمجھ کر اختیار کی گئی تھی اور جسے دیانت' شجاعت اور عزت کے ابتدائی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر بروئے کار لایا گیا ہے' ہم بحضور رب العزت سجدہ ریز ہیں کہ اس نے ہمیں ایسی ہمت اور یقینِ محکم عطا فرمایا' جس سے ہم نے شر کی ان تمام قوتوں کا پورا پورا مقابلہ کیا۔ اگر ہم نے قرآن کریم سے راہنمائی حاصل کی تو میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ آخرالامر کامیابی ہماری ہی ہوگی' میرا آپ سب سے اور ان تمام افراد سے جن تک میرا یہ پیغام پہنچے' مطالبہ یہ ہے کہ آپ پاکستان کو اسلام کا محکم قلعہ بنانے اور اپنے آپ کو ایک ایسی عظیم ملت کی شکل میں تعمیر کرنے کے لئے جس کا مقصد ملک کے اندر اور باہر امن قائم کرنا ہو' عندالضرورت سب کچھ قربان کر دینے کا عہد کریں''۔

(یونیورسٹی اسٹیڈیم لاہور۔۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اگر ہم قرآن مقدس سے تحریک اور ہدایت حاصل کریں تو میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ آخری فتح ہماری ہوگی''۔

(طلوع اسلام۔فروری ۱۹۵۹ء صفحہ ۶۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''تیرہ صدیاں گذر جانے پر بھی اچھے اور برے احوال و ظروف کے باوجود جن سے مسلمان گزرے ہیں' ہم لوگ اپنی عظیم اور مقدس کتاب پر نازاں ہی نہیں رہے ہیں بلکہ ان تمام زمانوں میں اس کے جملہ اصولوں کے ساتھ ہمارا تعلق برقرار رہا ہے''۔

(طلوع اسلام۔فروری ۱۹۵۹ء صفحہ ۷۰)

☆☆☆☆☆☆☆

رَسُول اکرم ﷺ

☆''اس اسکیم کو پیش کرتے ہوئے جو اصول میرے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں تھا وہ مسلم ڈیموکریسی کا اصول تھا یہ میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس ذاتِ اقدس و اعظم حضور رسالتمآب ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے اتباع میں مضمر ہے جس نے ہمیں قانون (خداوندی) عطا فرمایا' آیئے ہم اپنی جمہوریت کی بنیاد سچے اسلامی اصولوں پر رکھیں' ہمارے خدا نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہماری مملکت کے معاملات باہمی مشاورت سے طے پائیں''۔

(سبی دربار بلوچستان۔۱۴ فروری ۱۹۴۸ء)

(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اسلام اپنے دائرہ اخوت میں ذات پات کا کوئی امتیاز گوارہ نہیں کرتا' خود نبی اکرم ﷺ نے ان امتیازات کو ختم کیا اور سرزمین عرب میں ایک ہیئت اجتماعیہ قائم کی' یہ اسی ذات اقدسؐ کی قائم کردہ اساسِ محکم تھی جو مسلمانوں کو اطراف و اکنافِ عالم میں بڑھا کر لے گئی اور ایک دن وہ اسپین تک کے دروازوں کو دستک دے رہے تھے''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن۔۸ مارچ ۱۹۴۴ء)

(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۸)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ''ضابطۂ حیات'' پر عمل کرنا ہے' جو ہمارے عظیم واضعِ قانون ؐ پیغمبر اسلام نے ہمارے لئے قائم کر رکھا ہے' ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں' اسلام کا سبق یہ ہے ''مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی مشوروں سے کیا کرو''۔

(سبی دربار' بلوچستان ۔۱۴ فروری ۱۹۴۸ء)

☆☆☆☆☆☆☆

اسلام

☆''معاشی احیاء ہو یا سیاسی آزادی اسے آخرالامر زندگی کے کسی گہرے مفہوم پر مبنی ہونا چاہئے اور مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ہمارے نزدیک زندگی کا وہ گہرا مفہوم اسلام اور روح اسلام ہے''۔

(پیغام عید ۔۱۳ نومبر ۱۹۳۹ء)

(طلوع اسلام ۔ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یہ حقیقت واضح ہو جانی چاہئے کہ مسلم لیگ کسی کو یہ اجازت نہیں دے گی کہ وہ مسلمانوں میں اس قسم کے ہتھکنڈے بروئے کار لائے' ہمارا اوڑھنا بچھونا صرف اسلام ہے' یہاں شیعہ اور سنی تک کا کوئی سوال نہیں' ہم ایک ہیں اور ایک قوم کی طرح حرکت میں آئیں گے' یہی وہ صورت ہے جو حصول پاکستان میں کامیابی سے ہمکنار کرے گی''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن ۔ ۸ مارچ ۱۹۴۴ء)

(طلوع اسلام ۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۸)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اسلامی اصولوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آج بھی یہ اصول زندگی میں اسی طرح قابلِ نفاذ ہیں جیسے کہ یہ تیرہ سو سال پہلے تھے''۔

(طلوع اسلام ۔فروری ۱۹۵۹ء صفحہ ۷۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''کوئی شبہ نہیں کہ بہت سے لوگ ہمارا مدعا پوری طرح نہیں سمجھتے' جب ہم اسلام کا ذکر کرتے ہیں تو اسلام محض چند عقیدوں' روایتوں اور روحانی تصورات کا مجموعہ نہیں۔ اسلام ہر مسلمان کے لئے ایک ضابطہ بھی ہے جو اسکی زندگی اور کردار کو سیاست اور معیشت تک کے معاملات میں انضباط دیتا ہے''۔

(طلوع اسلام ۔فروری ۱۹۵۹ء صفحہ ۷۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ذات برادری کی تقسیم اور شیعہ سنی کی تفریق ہمیں ایک قوم نہیں بننے دے گی' ان تفریقات کو ختم کر دیجئے۔ یاد رکھئے! ہماری کشتی کا لنگر اور ہماری عمارت کی بنیاد اسلام ہے''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن ۔ مارچ ۱۹۴۴ء)

(طلوع اسلام ۔ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اگر کوئی چیز اچھی ہے تو عین اسلام ہے اگر کوئی چیز اچھی نہیں ہے تو یہ اسلام نہیں ہے' کیونکہ اسلام کا مطلب عین انصاف ہے''۔

(میمن چیمبر آف کامرس' بمبئی ۔ ۲۷ مارچ ۱۹۴۷ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان کا قیام جس کے لئے ہم گذشتہ دس سال سے مسلسل کوشش کر رہے تھے اب خدا کے فضل سے ایک حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آ چکا ہے' لیکن ہمارے لئے اس آزاد مملکت کا قیام مقصود بالذات نہیں تھا بلکہ ایک عظیم مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ایک ایسی مملکت مل جائے جس میں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں اور سانس لے سکیں

اور جس میں ہم اپنی روشنی اور ثقافت کے مطابق نشو ونما پا سکیں اور جہاں اسلام کے عدلِ عمرانی کے اصول آزادانہ طور پر روبہ عمل لائے جاسکیں''۔

(خالق دینا ہال کراچی میں خطاب۔۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء)
(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۱)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اپنے میں حوصلہ پیدا کیجئے' موت سے خوف نہ کھایئے ہمارے مذہب نے یہی سکھایا ہے کہ ہمیشہ موت کے لئے تیار رہنا چاہئے' پاکستان اور اسلام کی عزت بچانے کے لئے ہمیں موت کا مقابلہ بہادری سے کرنا چاہئے' مسلمان کے لئے اس سے بہتر وسیلۂ نجات اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ حق کی خاطر شہید کی موت مرے''۔

(جلسہ عام لاہور۔۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے' اسلام نے ہمارے ثقافتی اور تہذیبی ماضی اور ہماری گذشتہ روایات کو عرب دنیا سے اتنا وابستہ' گہرا اور قریب کر رکھا ہے کہ اس امر میں تو کسی کو شبہ ہی نہیں ہونا چاہئے کہ ہم عربوں اور ان کے مسائل اور مقاصد سے مکمل ترین ہمدردی رکھتے ہیں۔''

(شرقِ اردون کے سفیر کے استقبال پر۔۲۴ دسمبر ۱۹۴۷ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں''۔

(اسلامیہ کالج پشاور۔۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اسلام اور اس کی عالی نظری نے جمہوریت سکھائی ہے' اسلام نے مساوات سکھائی ہے' ہر شخص سے انصاف اور رواداری کا حکم دیا ہے' کسی بھی شخص کے پاس کیا جواز ہے کہ وہ عوام الناس کے لئے انصاف اور رواداری پر اور دیانت داری کے اعلیٰ معیار پر مبنی جمہوریت' مساوات اور آزادی سے گھبرائے''۔

(کراچی بار ایسوسی ایشن۔۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں تو یہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ لوگوں کو اس استفسار کی ضرورت کیوں پڑ رہی ہے کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہوگا یا نہیں؟ اسلامی اصول تو ایسے ہیں جن کی نظیر دنیا میں کوئی پیش نہیں کرسکتا۔ یہ اصول آج بھی اسی طرح کارآمد ہیں جس طرح آج سے تیرہ سو سال پیشتر تھے''۔

(سندھ بار ایسوسی ایشن۔۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء)
(طلوع اسلام۔مارچ ۱۹۴۸ء صفحہ ۱۰۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مغرب کے معاشی نظام نے نوعِ انسانی کے لئے لاینحل مسائل پیدا کردیئے ہیں' اس نظام کی رو سے ہم اپنا نصب العین یعنی عوام کی مرفہ الحالی اور اطمینان کبھی حاصل نہیں کرسکتے' لہٰذا ہمیں اپنا راستہ آپ تراشنا چاہئے اور دنیا کے سامنے وہ نظام پیش کرنا چاہئے جو اسلام کے نوعِ انسانی کی مساوات اور عدل عمرانی کے تصور پر مبنی ہو''۔

(آخری تقریر اسٹیٹ بینک۔یکم جولائی ۱۹۴۸ء)
(طلوع اسلام۔دسمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم بحث و تمحیص کرتے تھک گئے ہیں۔ کسی سے مدد مانگنا بے سود ہے۔ دنیا میں کوئی بھی عدالت نہیں جس سے ہم داد خواہی کرسکیں۔ ہماری آخری عدالت ملتِ اسلامیہ ہے اور ہم

اسی کے فیصلے کی پابندی کریں گے''۔

(مسلم لیگ کونسل اجلاس لکھنؤ میں تقریر)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان کا دستور ابھی بننا ہے اور یہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی' مجھے نہیں معلوم کہ اس دستور کی شکل و ہیئت کیا ہوگی؟ لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل۔ ان اصولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی اسی طرح ہوسکتا ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوا تھا۔ اسلام اور اس کے نظریات سے ہم نے جمہوریت کا سبق سیکھا ہے' اسلام نے ہمیں انسانی مساوات' انصاف اور ہر ایک سے رواداری کا درس دیا ہے ہم ان عظیم الشان روایات کے وارث اور امین ہیں' اور پاکستان کے آئندہ دستور کے معمار اور بانی کی حیثیت سے ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے بخوبی آگاہ ہیں''۔

(امریکی نامہ نگار سے انٹرویو۔ فروری ۱۹۴۸ء)

☆☆☆☆☆☆☆

مسلمان

☆''میرا اب بھی یقین ہے کہ مسلمان ہر دوسری قوم سے بہتر سیاسی دماغ رکھتے ہیں۔ سیاسی ذکاوت ان کے خون میں رچی ہوئی ہے اسلام کی حرارت ان کے رگ و پے میں دوڑ رہی ہے۔ جب میں نے یہ محسوس کیا کہ ہمارے فیصلے چند آدمیوں کے فیصلے نہیں بلکہ پوری قوم کی آواز ہیں تو میں خوشی خوشی پیش قدمی کا حکم دوں گا اور سب سے پہلے سینے پر گولی کھانے کے لئے آگے بڑھوں گا' اس سے قبل کہ میں آگے بڑھنے کا حکم دوں' میں یہ یقین حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ دشمنوں پر فتح پانے کے معقول امکانات موجود ہیں''۔

(مسئلہ دستور ہند از نواب زادہ لیاقت علی خان)

(طلوع اسلام۔ اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں ہر مسلمان سے کہوں گا کہ اسلام آپ میں سے ہر ایک سے اور مجموعی طور پر سب سے یہ توقع رکھتا ہے کہ اپنا فریضہ سرانجام دیں اور اپنی ملت کی حمایت میں اس طرح ''بنیان مرصوص'' بن کر کھڑے ہو جائیں گویا سب یک نفس ہیں''۔

(عثمانیہ یونیورسٹی۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۴۱ء)

(طلوع اسلام۔ دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میرا فوج سے کوئی تعلق نہیں' میں خونریزی کی ان تفاصیل میں بھی نہیں جانا چاہتا' لیکن مجھے احساس ہے کہ جب پینسٹھ فیصد فوج مسلمانوں پر مشتمل ہے تو مسلم لیگ کی مہم فوج کے ایک عظیم طبقہ پر اثر انداز ہوگی اور اس کے علاوہ سرحدی قبائل میں بھی ایک آگ سی بھڑک اٹھے گی' اخباری اطلاعات کے مطابق افغانستان' ایران' عراق' ترکی' مصر جیسے مسلم ممالک کو مسلمانان ہند کے مطالبات سے پوری ہمدردی ہے اور وہاں کے اخبارات بھی مطالبۂ پاکستان کی پرزور تائید کر رہے ہیں۔ اس بناء پر مجھے یقین ہے کہ اگر برطانوی حکومت اور مسلمانوں میں لڑائی چھڑ گئی تو لازماً وہ تمام ممالک اس کا اثر قبول کریں گے''۔

(پریس کانفرنس دلی۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۴۲ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''فرض کیجئے کہ برطانوی پالیسی کے خلاف تلخی اور غم و غصے

سے کام لیتے ہوئے مجھے یہ اعلان کرنا پڑے کہ برطانوی حکومت کے خلاف عدم تعاون کا سلسلہ شروع کر دیا جائے تو پھر مجھ پر یقین کیجئے کہ ان مشکلات کے مقابلے میں جن سے وہ (کانگریس) آج دوچار ہے اسے پانچ سو گنا زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سوال اسلحہ کا نہیں' اس کے بغیر بھی ہم پانچ سو گنا آفتیں برپا کرنے کی قوت رکھتے ہیں یہ اس ملک کا ہر ذی فہم آپ کو بتا دے گا۔ میرا مقصد ہندوؤں کو مرعوب کرنا نہیں بلکہ مسلمان سرشت ہی اس خمیر سے ترتیب پائی ہوئی ہے''۔

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''گذشتہ دو صدیوں سے مسلم ہندوستان کی کیفیت اس جہاز کی سی چلی آ رہی تھی' جس کے پتوار نہ ہوں' اس کا کوئی ناخدا نہ ہو اور وہ چٹانوں سے بھرپور سمندر میں ہچکولے کھا رہا ہو۔ دو سو سال سے وہ شکستگی' بدنظمی اور ابتری کے عالم میں برابر سطح آب پر تیرتا چلا آ رہا ہے۔ ۱۹۳۶ء میں بہت سے رفقاء کو لے کر ہم نے اس کی مرمت شروع کی' آج یہ جہاز حیرت انگیز چپوؤں سے آراستہ ہے اور اس کا ناخدا اسے ساحل تک پہنچانے کا عزم لئے ہوئے ہے' اس کے کل پرزے اب ٹھیک ٹھیک کام کر رہے ہیں۔ اسے وفادار ملاحوں اور کمانڈروں کی خدمات حاصل ہیں اور گذشتہ پانچ برس سے وہ ایک عظیم معرکہ میں شریک ہے''۔

(خطاب یوم ولادت۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۲ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلمان اگر اپنی کھوئی ہوئی قوتوں کو از سر نو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت صرف ایک ہی چیز انہیں یہ سہارا مہیا کر سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے کھوئے یقین کو دوبارہ حاصل کریں اور اسی محکم اور بلند تصور کا سہارا لے کر اٹھیں جو ان کی عالمگیر قومی وحدت کا جزو لاینفک ہے اور جو ان کو ایک سیاسی وحدت میں منسلک کرنے کا باعث ثابت ہوگا' مسلمانوں کے خلاف اغیار کی فرقہ پرستی اور رجعت پسندی کے طنزیہ نعرے سن کر آپ کو گھبرانا نہیں چاہئے۔ دنیا کا بدترین رجعت پسند اور شریر ترین فرقہ پرست جب کانگریس کے سامنے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال کر اپنی قوم کو گالیاں دیتا ہے تو اگلے روز وہی سب سے بڑا نیشنلسٹ قرار پاتا ہے''۔

(خطبۂ صدارت اجلاس لکھنؤ)

(طلوع اسلام۔ دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۳۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں چاہتا ہوں کہ مسلمان صوبائی تعصب کے اس مرض کو دل سے دور کر دیں' یہ امراس برصغیر کے مسلمانوں کے لئے لعنت ہے کہ ان کا ذہن ابھی تک سندھی' پنجابی' پٹھان اور دہلوی کے تنگ دائروں میں گھوم رہا ہے''۔

(یوم عید میلاد النبیؐ پر خطاب۔ ۲۶ جنوری ۱۹۴۸ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری' فروری ۱۹۴۸ء صفحہ ۱۱۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس وقت میرے احساسات پر قنوطیت چھا گئی تھی' میرے جذبات پر مایوسیاں منڈلا رہی تھیں' میں اپنے ملک سے ناامید ہو گیا تھا' صورت حال انتہائی بدنصیبیوں کی مظہر تھی' مسلمان بے یارو مددگار کھڑے تھے' ان کا کوئی پرسانِ حال ہی نہ تھا' کبھی دولت برطانیہ کے کاسہ لیس ان کی قیادت سنبھال لیتے اور کبھی کانگریس کے حاشیہ برداران کی نمائندگی کے مدعی بن جاتے' جب بھی انہیں متحد اور منظم کرنے کی کوشش ہوئی سرکار کے

ٹوڈیوں اور کانگریس کیمپ کے ضمیر فروشوں نے ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا' مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میں نہ تو ہندوستان کی کوئی مدد کر سکتا ہوں اور نہ ہندو کی ذہنیت کو بدل سکتا ہوں اور نہ مسلمانوں کو ان کی نازک حالت کا یقین دلا سکتا ہوں' یہ احساسِ بیچارگی اس قدر بڑھا کہ میں لندن میں ہی اقامت گزیں ہو کر رہ گیا' اس لئے نہیں کہ مجھے ہندوستان سے محبت نہیں رہی تھی بلکہ مجھے اپنی بے بسی کا پورا احساس ہو گیا تھا''۔

(تقاریر جناحؒ)

(طلوعِ اسلام۔ستمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۵۵)

☆☆☆☆☆☆☆

اسلامی مملکت

☆''ہمارے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں بہت سے فتنے برپا کئے جا رہے ہیں' پوچھا یہ جاتا ہے کہ کیا پاکستان میں اسلامی حکومت قائم ہو گی؟ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ کیا یہ بھی کوئی ایسی بات ہے جس کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آئے!''۔

(اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ دلی۔۲۴ اپریل ۱۹۴۳ء)

(طلوعِ اسلام۔ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان سے یہ مطلب نہیں کہ ہم غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں' اس سے حقیقی مراد مسلم آئیڈیالوجی ہے جس کا تحفظ نہایت ضروری ہے۔ہم نے صرف اپنی آزادی ہی حاصل نہیں کرنی' اس قابل بھی بننا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کر سکیں اور اسلامی تصورات و اصولات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں''۔

(طلوعِ اسلام۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلمان پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں جہاں وہ اپنے ضابطۂ حیات کے مطابق اور خود اپنے تہذیبی ارتقاء' روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکمرانی کر سکیں''۔

(طلوعِ اسلام۔فروری ۱۹۵۹ء صفحہ ۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں اپنے ملک میں صحیح اسلامی جمہوری اصول و اقتدار کا احیاء چاہتا ہوں''۔

(طلوعِ اسلام۔فروری ۱۹۵۹ء صفحہ ۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں اس موقع پر ان جاگیرداروں اور سرمایہ پرستوں کے لئے جو عوام کی محنت سے پھلے پھولے ہیں' یہ انتباہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ ذہنیت بدکرداری اور حرام خوری پر مبنی ہے جس نے انہیں خود غرضی کی اس انتہا تک پہنچا دیا ہے کہ ان سے کسی معقول روش کی توقع نہیں کی جا سکتی' عوام کو اپنے مفاد کی خاطر استعمال کرنا ان کی فطرت میں داخل ہے۔وہ اسلام کی ہدایات فراموش کر چکے ہیں اور اس خود غرضی و مفاد پرستی نے انہیں اغیار کے مقاصد کا آلۂ کار بنا رکھا ہے''۔

(خطبۂ صدارت مسلم لیگ اجلاس دہلی۔۲۴ اپریل ۱۹۴۳ء)

(طلوعِ اسلام۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۸)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یہ صرف جان توڑ' مسلسل اور ناقابل شکست مساعی کے زور پر ممکن ہو گا کہ ہم اپنے عوام میں ایسی قوت پیدا کر دیں جس سے نہ صرف آزادی و استقلال کا حصول ممکن ہو بلکہ اسے شایانِ شان طور پر متشکل بھی کیا جا سکے' پاکستان کا منتہا و مقصود آزادی اور استقلال تک محدود نہیں' یہ اس اسلامی آئیڈیالوجی کا آئینہ دار ہے جو ہمیں ایک بیش بہا ورثے اور سرمایۂ حیات

کے طور پر حاصل ہوئی ہے اور جس کے ثمرات سے دیگر اقوام بھی مستفید ہوں گی''۔

(مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس۔۱۸ جون ۱۹۴۵ء)
(طلوعِ اسلام۔نومبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۵۱)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قیام پاکستان کے بعد ہم اپنی سلطنت کا آغاز لڑائی جھگڑوں سے نہیں کریں گے' ہمیں خود اپنے لئے بہت کچھ کرنا ہوگا اور انہیں بھی' لیکن اگر انہوں نے اس کا آغاز کر دیا اور اپنے ہاں کی مسلم اقلیت سے برا سلوک کیا تو ہم خاموش تماشائی کی حیثیت اختیار نہیں کریں گے۔ اگر برطانیہ لارڈ گلیڈ اسٹون کے عہد میں اقلیتوں کے تحفظ کے نام پر آرمینیا کے معاملات میں دخل انداز ہوسکتا ہے تو پھر ہمیں یہ حق کیونکر حاصل نہیں ہو سکتا؟ اگر ہماری اقلیتوں پر کہیں بھی کوئی دباؤ ڈالا گیا تو ہم وہی راستہ اختیار کریں گے''۔

(مسلم لیگ ارکان اسمبلی کنونشن۔۱۱/اپریل ۱۹۴۶ء)
(طلوعِ اسلام۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں خدائے عظیم سے دعا کرتا ہوں کہ مسلمان کے دامن پر وہ بدنما داغ نہ لگے' جس کا مظاہرہ مظلوم مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم کر کے بہار میں کیا گیا ہے ہمیں تہذیب و شرافت کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے' مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہے ہیں ان سے ہمارا کلیجہ چھلنی ہو رہا ہے لیکن ہم مسلم اکثریت والے صوبوں میں بے گناہوں کو مار کر اپنا دل ٹھنڈا نہیں کریں گے۔ میں مسلمانوں سے پرزور اپیل کروں گا کہ وہ جہاں بھی اکثریت میں ہوں' غیر مسلموں کی حفاظتِ جان اور مال کے لئے جو کچھ بھی ممکن ہو کریں' اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے ہیں' جو بے گناہ مسلمان شہید کئے گئے ہیں یا مال اسباب لوٹا گیا ہے ان کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی' وہ سمجھ لیں کہ انہوں نے جنگ پاکستان اور آزادی کے لئے اپنا حق ادا کر دیا ہے''۔

(قوم کے نام اپیل۔۱۱/نومبر ۱۹۴۶ء)
(طلوعِ اسلام۔فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۵)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہمارے ملک میں اس وقت دو قسم کے لوگ موجود ہیں ایک طبقہ پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کا حامی ہے اور دوسرا طبقہ پاکستان میں روایتی اسلام کا نظام برپا کرنا چاہتا ہے۔ میں ذاتی طور پر صحیح اسلامی نظام کا دیانتداری سے خواہش مند ہوں' پاکستان کے علاقوں میں ہم اس قابل ہوں گے کہ اسلام کے ترکے اور اپنے تہذیب و تمدن کی نگہبانی دوسروں کی مداخلت کے بغیر کرسکیں''۔

(طلوعِ اسلام۔فروری ۱۹۵۹ء صفحہ ۶۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم اپنی جداگانہ مملکت چاہتے ہیں' جس میں ہم اپنے تصور کے مطابق زندگی بسر کرسکیں' ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلافات ایسے بنیادی ہیں کہ زندگی کا کوئی اہم معاملہ ایسا نہیں جس میں یہ (دونوں) متفق ہوں''۔

(لندن میں تقریر۔۱۶ دسمبر ۱۹۴۶ء)
(طلوعِ اسلام۔جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیسی کیسی بے انصافیاں اور زیادتیاں روا رکھی گئی ہیں' تقسیم کا کام ختم ہو چکا ہے اور ہمارے علاقے کو جس قدر کم کیا جا سکتا تھا کر دیا گیا۔ باؤنڈری کمیشن کا فیصلہ نہ صرف غیر منصفانہ ہے بلکہ بدنیتی پر بھی مبنی ہے'

اسے قانونی فیصلہ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ سیاسی فیصلہ ہے بہر حال اب فیصلہ ہو چکا ہے، ہم نے جو وعدے کئے ہیں انہیں ہم پورا کریں گے۔ہم اپنے الفاظ پر قائم ہیں''۔

(تقریر لاہور۔اگست ۱۹۴۷ء)

(طلوع اسلام۔فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''آپ درحقیقت میرے اور میری طرح لاکھوں مسلمانوں کے دل کی ترجمانی کریں گے جب آپ کہیں گے کہ پاکستان کی بنیاد عدلِ عمرانی اور اسلامی سوشلزم پر رکھنی چاہئے جو اخوتِ انسانی پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے، آپ ایسا کہنے میں بھی میرے خیالات کی ترجمانی کریں گے کہ یہاں ہر فرد کو نشوونما کے یکساں مواقع میسر ہونے چاہئیں''۔

(چٹا گانگ میں تقریر۔۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء)

(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''آپ نے میرا جس گرمجوشی سے استقبال کیا ہے اور جن الفاظ میں میری خدمات کا تذکرہ کیا ہے میں اس کے لئے آپ کا شکر گذار ہوں، میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اسلام کا خادم ہونے کی حیثیت سے کیا ہے۔ہم مسلمان، ایک خدا، ایک کتاب قرآن مجید اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے ہمیں ایک ملت کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہئے اب اس ملک میں غیروں کی حکومت نہیں، اب یہاں مسلمانوں کی حکومت اور مسلمانوں کا راج ہے''۔

(پشاور قبائلی جرگہ سے خطاب۔۱۷/اپریل ۱۹۴۸ء)

(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ذرا سوچئے کہ کوئی شخص اس سے بڑھ کر اور کس چیز کی توقع کر سکتا ہے کہ یہ عظیم خطۂ زمین اس اقتدار کے تابع آ گیا ہے جسے اسلامی اقتدار کہا جاتا ہے''۔

(ایڈورڈ کالج پشاور۔۱۸/اپریل ۱۹۴۸ء)

(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہمارے پیشِ نظر مقصد یہ ہے کہ یہاں کے عوام خوشحالی اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں، اس مقصد کا حصول مغرب کے اقتصادی نظام کو اختیار کرنے سے کبھی نہیں ہو سکے گا۔ہمیں اپنا راستہ آپ متعین کرنا چاہئے اور دنیا کے سامنے ایسا نظام پیش کرنا چاہئے جو اسلامی مساوات اور عدلِ عمرانی کے اسلامی تصورات پر مبنی ہو، صرف یہی طریق ہے جس سے ہم اس فریضے سے عہدہ برا ہو سکیں گے جو ہم پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتا ہے، ہم دنیا کو وہ پیغام دے سکیں گے جو اسے تباہیوں سے بچا لے جائے اور نوعِ انسانی کی بہبود و مسرت اور خوشحالی کا ضامن ہو سکے، یہ کام کسی اور نظام سے نہیں ہو سکتا''۔

(اسٹیٹ بینک افتتاحی تقریر، جولائی ۱۹۴۸ء)

(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۰)

☆☆☆☆☆☆☆

تھیا کریسی (مذہبی پیشوائیت)

☆''اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ہم کس مقصد کے لئے یہ لڑائی لڑ رہے ہیں، ہمارا نصب العین کیا ہے؟ یاد رکھئے ہمارا نصب العین تھیا کریسی نہیں، ہم تھیا کریٹک اسٹیٹ نہیں بنانا چاہتے''۔

(مسلم کنونشن دہلی۔۱۱/اپریل ۱۹۴۶ء)

(طلوع اسلام۔ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۲۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہماری اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے، ہم نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کرتے ہیں، ہم اس اسلامی برادری کے

افراد ہیں جس میں حقوقِ تکریم اور عزتِ نفس کے اعتبار سے سب مساوی ہیں اس لئے ہمارے اندر باہمی وحدت کا ایک خاص احساس ہے لیکن آپ کو اس باب میں کوئی غلط فہمی نہیں رہنی چاہئے کہ پاکستان میں کسی قسم کی تھیاکریسی (مذہبی پیشواؤں کی حکومت) کارفرما نہیں''۔

(آسٹریلیا کے باشندوں کے نام پیغام۔ ۱۹ فروری ۱۹۴۸ء)

(طلوعِ اسلام۔ جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۲)

☆☆☆☆☆☆☆

مسلم لیگ

☆''میں بلاخوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ دیگر جماعتوں سے کہیں زیادہ مسلم لیگ ہندوستان کی آزادی اور خودمختاری کی علم بردار ہے' ہم عدل و انصاف اور راست بازی کے طلب گار ہیں' ہم دوسرے فرقوں سے کسی جلبِ منفعت کا ارادہ نہیں رکھتے' ہم اس ملک میں ایک آزاد اور خودمختار قوم کی طرح زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں' ہم اقلیت ہرگز نہیں بلکہ قوم ہیں''۔

(طلوعِ اسلام۔ مارچ ۱۹۶۱ء صفحہ ۷۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم لیگ نے بڑی حد تک مسلمانوں کو برطانوی سامراج کے پنجہ سے نجات دلا دی ہے لیکن اب ایک نئی طاقت سامنے آئی ہے جس کا دعویٰ ہے کہ وہ حکومتِ برطانیہ کی جانشین ہے' آپ اسے جس نام سے چاہیں پکاریں لیکن وہ اصل میں صرف ہندو اور ہندو راج ہے''۔

(علی گڑھ یونیورسٹی۔ فروری ۱۹۳۸ء)

(طلوعِ اسلام۔ دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۳۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم لیگ کا نصب العین یہ بنیادی اصول ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ایک جداگانہ قومیت رکھتے ہیں اس لئے انہیں کسی دوسری قومیت میں جذب کرنے یا ان کے نظریات اور ملی تشخص کو مٹانے کے لئے جو کوشش کی جائے گی اس کی سخت مخالفت کی جائے گی' ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ ہم اپنے جداگانہ قومی تشخص اور جداگانہ حکومت کو قائم کر کے رہیں گے''۔

(خطبۂ صدارت مدراس سیشن۔ ۱۹۴۱ء)

(طلوعِ اسلام۔ جنوری ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''تاریخ کی ترتیب میں یہ ایک حیران کن حقیقت قرار پائے گی کہ تین سال کی مدت میں نو (۹) کروڑ مسلمانوں کی ایک جمعیت کیونکر ایک پلیٹ فارم کے گرداگرد اور ایک پرچم کے سائے میں مجتمع ہوگئی' ایک ایسی حقیقت جو آپ کو دو صدیوں سے دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ سب کچھ ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ یہ چیز معرضِ وجود میں آ گئی۔ یاد رکھئے کہ یہ کوئی معمولی سا معاملہ نہیں' یہ ایک عظیم ترین مرحلہ ہے جو سلطنت مغلیہ کے زوال سے اب تک پہلی بار آپ کی زندگی میں سامنے آیا ہے' آپ کو جان لینا چاہئے کہ اس کے لئے تمام ضروری وسائل اور تیاریوں کی ضرورت ہے تاکہ اس نصب العین کو حاصل کیا جا سکے' آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں گے کہ نہ تو جذبات کی رو میں بہہ جائیے اور نہ نعروں میں کھو جائیے' ایک قوم کی تعمیر کیسے ہوتی ہے' ایک زوال پذیر قوم کی بازآفرینی کی صورت کیا ہے؟ یہ ہیں اصل سوالات' آج ہم زوال یافتہ قوموں میں شمار ہوتے ہیں' ہمیں بدترین دن دیکھنے پڑے ہیں تاہم میں آج مسرور ہوں کہ اس ملک میں ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ اور بازآفرینی کا روشن امکان نظر آ رہا ہے ہم ابھی بمشکل بیدار

ہوئے ہیں اور آنکھیں مل رہے ہیں۔ ہم میں ابھی یہ شعور ابھرا ہے کہ اپنے گرد و پیش نگاہ ڈالیں۔ ہماری کیفیت ابھی ایک مریض کی سی ہے' ہم ابھی لاچار ہیں اس لئے پیشتر اس کے کہ آپ پوری طرح صحت مند' مضبوط اور سفر کے قابل ہوں' آپ کو صحت یابی کا مرحلہ طے کرنا ہوگا' آپ اپنے عوام کو کیونکر اس مقام اور تیاری تک لے جا سکیں گے' جہاں آپ اپنے نصب العین کے حصول کے قابل ہو سکیں' یہ کوئی شاہی سڑک نہیں' اس لئے میرے نوجوان دوستو! سب سے پہلے قومی تعمیر کے مختلف شعبوں پر اپنے دل و دماغ کو بروئے کار لائیے''۔

(خطبۂ صدارت مسلم لیگ۔ ۲۰/ مارچ ۱۹۴۱ء)

(طلوع اسلام۔ مارچ ۱۹۶۱ء صفحہ ۶۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''تم جانتے ہو تمہاری مسلم لیگ کیا ہے؟ ایک صدر' اس کا اسٹینوگرافر اور ایک اٹیچی کیس''۔

(عربک کالج دہلی۔ ۱۹۴۲ء)

(طلوع اسلام۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء صفحہ ۹)

☆☆☆☆☆☆☆

دو قومی نظریہ

☆''میرے لئے یہ اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ آخر ہمارے ہندو بھائی' اسلام اور ہندومت کی حقیقت اور اہمیت کو سمجھنے سے کیوں گریز کر رہے ہیں' یہ حقیقت ہے کہ یہ دونوں مذہب نہیں بلکہ ایک دوسرے سے یکسر مختلف معاشرتی نظام ہیں اور اس بناء پر متحدہ قومیت ایک ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا' ہندوستان میں ایک قوم کا غلط تصور حد اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے اور ہماری بہت سی مشکلات اسی کا نتیجہ ہیں اگر ہم نے بروقت اپنے رجحانات کی اصلاح نہ کی تو نتیجہ پورے ہندوستان کی تباہی ہوگا' یاد رکھئے کہ ہندو اور مسلمان مذہب کے معاملہ میں دو جداگانہ فلسفے رکھتے ہیں' دونوں کی معاشرت ایک دوسرے سے مختلف ہے' دونوں کا ادب جدا جدا ہے۔ نہ تو یہ آپس میں شادیاں رچا سکتے ہیں اور نہ ایک دسترخوان پر کھانا کھا سکتے ہیں' حقیقتاً وہ دو الگ الگ تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی بنیادیں متضاد تصورات پر قائم ہیں۔ ان کی تاریخیں مختلف' ان کا رزمیہ جدا جدا' اور مشاہیر الگ الگ۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ان کی فتح و شکست کی حیثیتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں' دو ایسی قوموں کو ایک نظام سلطنت میں یکجا کر دینا' باہمی مناقشت کو بڑھائے گا اور بالآخر اس نظام کو پاش پاش کر ڈالے گا' جو اس ملک کی حکومت کے لئے وضع کیا جائے گا''۔

(سالانہ اجلاس مسلم لیگ لاہور۔ مارچ ۱۹۴۰ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۱)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یاد رکھئے کہ جس مقصدِ عظیم کے لئے ہم برسر پیکار ہیں وہ محض مادی مفاد پر مبنی نہیں بلکہ یہ ملتِ اسلامیہ کی روح کی پکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہمیشہ اسے مسلمانوں کی زندگی اور موت کا مسئلہ قرار دیتا ہوں اور اسے سودے بازی کہنا سر بسر غلط ہے' مسلمان اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اگر ہم نے یہ بازی ہار دی تو ہم سب کچھ کھو بیٹھیں گے''۔

(خطبۂ صدارت پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن۔ یکم مارچ ۱۹۴۱ء)

(طلوع اسلام۔ نومبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۵۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہم ایک اقلیت نہیں' ہم ایک قوم ہیں اور ایک قوم کو ایک خطۂ ارض کی

ضرورت ہوتی ہے' قومیں ہوا میں زندگی بسر نہیں کرسکتیں' ایک قوم کو خطۂ ارض پر زندہ رہنا ہے۔ اسے اس سرزمین پر اپنا نظام مملکت قائم کرنا ہے اور اس کی سرحدات کا تعین کرنا ہے' یہ ہے وہ مطالبہ جس کا حصول ہمارا منتہا و مقصود ہے''۔

(خطبۂ صدارت پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن۔ یکم مارچ ۱۹۴۱ء)

(طلوع اسلام۔ نومبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۵۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆'' پاکستان کا آغاز تو اس دن ہو گیا تھا' جب ہندوستان میں پہلا غیر مسلم' اسلام قبول کر کے مسلمان ہوا تھا حالانکہ اس وقت ہنوز مسلمانوں کی کوئی حکومت یہاں قائم نہیں ہوئی تھی' جونہی کوئی ہندو' مسلمان ہوتا' ہندو اسے مذہباً ہی نہیں بلکہ معاشرتی' ثقافتی اور اقتصادی حیثیت سے بھی اپنی برادری سے خارج کر دیتے (اور اس طرح اس کی پہلی قومیت ختم ہو جاتی)۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اسلام نے ان پر یہ پابندی عائد کر رکھی تھی کہ وہ کسی دوسری قومیت میں مدغم نہیں ہو سکتے (اس طرح یہاں دو قومیں وجود میں آتی چلی گئیں)۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندو اور مسلمان ایک ہی قصبہ اور ایک ہی شہر میں رہنے کے باوجود کبھی ایک قوم میں مدغم نہیں ہو سکتے وہ ہمیشہ دو الگ الگ قوموں کی حیثیت سے رہتے چلے آ رہے ہیں''۔

(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ۸ مارچ ۱۹۴۴ء)

(طلوع اسلام۔ ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۳۵)

☆☆☆☆☆☆☆

☆'' ہندو اور مسلمان' خواہ وہ ایک ہی قصبہ یا گاؤں میں کیوں نہ رہتے ہوں' کبھی ایک قوم کے اجزاء نہیں بن سکے' وہ ہمیشہ دو الگ الگ عناصر کی حیثیت سے رہے ہیں' پاکستان تو اس دن وجود میں آ گیا تھا جب (ہندوستان میں) پہلا غیر مسلم مسلمان ہوا تھا' یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی''۔

(مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ۔ ۸ مارچ ۱۹۴۴ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆'' مسلم لیگ کی آئیڈیالوجی مسلم ہندوستان اور خود مختار قومیت کے بنیادی اصولوں پر استوار ہوتی ہے ہر اس کوشش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا جو ہماری قومیت' سیاسی تشخص یا ملی وجود کو ختم کرنے کے لئے بروئے کار لایا جائے گا' ایسی کوشش سعیٔ ناکام ثابت ہو گی' ہم یہ عزم صمیم لے کر اٹھے ہیں اور اس بارے میں کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہ رہنا چاہئے کہ اس برصغیر میں ایک آزاد قوم کا منصب حاصل کریں اور ایک خود مختار وجود اور ہماری دنیا ہی مختلف ہے زندگی میں ہمیں ان سے مربوط کرنے والی مملکت کا قیام عمل میں لائیں''۔

(خطبۂ صدارت سالانہ اجلاس مدراس۔ ۱۹۴۴ء)

(طلوع اسلام۔ مارچ ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆'' مسلمان پاکستان کا مطالبہ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اس میں اپنے ضابطۂ حیات' ثقافتی نشوونما' روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق زندگی بسر کرسکیں''۔

(فرنٹیئر مسلم لیگ کانفرنس پشاور۔ ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆'' ہم دونوں قوموں میں صرف مذہب کا فرق نہیں' ہمارا کلچر بھی ایک دوسرے سے الگ ہے' ہمارا دین ہمیں ایک ایسا ضابطۂ حیات دیتا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری راہنمائی کرتا ہے ہم اسی ضابطے کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے

ہیں''۔

(ایڈورڈ کالج پشاور۔ ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دیانت دار آدمی بھی اس حقیقت سے اختلاف کرسکتا ہے کہ مسلمان بجائے خویش' ہندوؤں سے یکسر الگ ایک قوم ہیں''۔

(تقاریر وتحریراتِ جناحؒ' جلد دوم)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یاد رکھیئے کہ اسلام صرف روحانی اور مذہبی اصولوں کا نام نہیں بلکہ ایک عملی نظامِ حیات ہے' میں زندگی پر ایک کُل کی حیثیت سے غور کرتا ہوں اور پورے نظام حیات (مکمل دین) کے اعتبار سے مسلمانوں کو ایک مستقل اور جداگانہ قوم سمجھتا ہوں۔ زندگی کے ہر اہم شعبے اور ہر عنصر کے لحاظ سے' ہماری تاریخ کے لحاظ سے' ہمارے مشاہیر اور اکابر کے اعتبار سے' ہمارے آرٹ اور فن تعمیر کے لحاظ سے' ہمارے قوانین اور اصولِ قانون کے اعتبار سے' الغرض ہر اعتبار اور ہر لحاظ سے مسلمان ہندوؤں سے الگ ایک ممتاز اور علیحدہ قوم ہیں۔ ان تمام امور میں ہمارا زاویۂ نگاہ نہ صرف ہندوؤں سے مختلف ہے بلکہ اکثر شعبوں میں کلیتاً تضاد ہے۔ کوئی چیز بھی تو دکھائی نہیں دیتی' ہمارے نام' ہماری غذا' ہمارا لباس' یہ سب ان سے مختلف ہیں' ہماری معاشی زندگی' ہمارے تعلیمی تصورات' ہمارے جنسی روابط' حیوانات کے ساتھ ہمارا طرزِ عمل' ہر نقطۂ پرکار پر ہم ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں''۔

(ورڈکٹ آن انڈیا۔ بیورلی نکلسن)

(طلوع اسلام۔ نومبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۵۰)

☆☆☆☆☆☆☆

علامہ اقبالؒ

☆''علامہ اقبال اگرچہ ایک عظیم شاعر اور فلاسفر تھے لیکن وہ عملی سیاستداں بھی کم پائے کے نہ تھے' وہ اسلامی اصولوں پر ایمانِ کامل اور یقین محکم کی بنیاد پر ان چند افراد میں سے تھے جنہوں نے سب سے پہلے یہ تصور پیش کیا کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقوں کو (جو مسلمانوں کے تاریخی اماکن ہیں) ہندوستان سے الگ کر کے ایک اسلامی مملکت متشکل کی جاسکتی ہے''۔

(تقاریر جناحؒ' جلد دوم' ص ۲۳۲)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا علاج کیا ہے؟ لیگ کا مستقبل اسی سوال کے حل پر موقوف ہے' اگر لیگ نے اس باب میں یہ نہ کیا تو مجھے یقین ہے کہ عوام اس سے اسی طرح بے تعلق رہیں گے' جس طرح اس وقت تک اس سے بے تعلق رہے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اسلامی آئین کے پاس اس مسئلہ کا حل موجود ہے' اس آئین کو دور حاضرہ کے تصورات کی روشنی میں مزید نشوونما دی جاسکتی ہے۔ اسلامی آئین کے طویل اور گہرے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام کو اچھی طرح سے سمجھ کر نافذ کر دیا جائے تو اس سے کم از کم ہر فرد کو سامان پرورش ضرور مل جاتا ہے' اگر ہندوؤں نے سوشل ڈیموکریسی کو اپنے ہاں قبول کر لیا تو ہندومت کا خاتمہ ہو جائے گا' لیکن اسلام کے لئے سوشل ڈیموکریسی کو ایسے مناسب انداز سے قبول کر لینا جس سے یہ اس کے اصولوں سے نہ ٹکرائے' اسلام میں کسی تبدیلی کے مترادف نہیں ہوگا بلکہ اس

سے مفہوم یہ ہوگا کہ ہم اسلام کو پھر سے منزہ صورت میں اختیار کر رہے ہیں جیسا کہ وہ شروع میں تھا''۔

(علامہ اقبالؒ کا خط قائداعظمؒ کے نام۔۱۹۳۷ء)
(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہندوستان میں آپ ہی کی ذات ایسی ہے جس سے قوم کو یہ امیدیں وابستہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ مستقبل میں جو سیلاب آنے کا خدشہ ہے اس میں صرف آپ ہی مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے''۔

(علامہ اقبالؒ کا خط قائداعظمؒ کے نام۔۱۱ جون ۱۹۳۷ء)
(طلوع اسلام۔نومبر دسمبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۷۶)

☆☆☆☆☆☆☆

آزادی

☆''میں انگریز اور ہندو دونوں کو متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ تم الگ الگ یا دونوں متفق ہو کر بھی ہماری روح کو فنا کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوسکو گے، نہ تم اس تہذیب کو مٹا سکو گے جو ہمیں ورثہ میں ملی ہے، ہمارا نورِ ایمان زندہ رہا ہے اور زندہ رہے گا، تم ہم پر ظلم وستم کرو، ہمارے ساتھ بدترین سلوک کرو، ہم ایک فیصلہ پر پہنچ چکے ہیں اور ہم نے یہ عزم کر لیا ہے کہ ہم لڑتے لڑتے مرجائیں گے''۔

(مرکزی اسمبلی میں تقریر۔مارچ ۱۹۳۹ء)
(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''برطانیہ عظمیٰ ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔مسٹر گاندھی اور کانگریس مسلمانوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ ہم نہ برطانیہ کو مسلمانوں پر حکومت کرنے دیں گے نہ ہندو کو، ہم آزاد رہنا چاہتے ہیں''۔

(لیگ کونسل کے اجلاس میں۔فروری ۱۹۴۰ء)
(طلوع اسلام۔فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''چین اور امریکہ کی متحدہ قوت بھی ہم پر کوئی ایسا دستور مسلط نہیں کر سکتی جس میں مسلمانوں کو قربان کر دیا گیا ہو، اگر متحدہ اقوام کسی ایسی مجنونانہ حرکت کا ارتکاب کر بیٹھی تو اسے معلوم ہو جانا چاہیئے کہ اپنی حفاظت کے لئے ایک چیونٹی بھی پلٹ کر حملہ کر دیا کرتی ہے، ان غیر ملکی سنگینوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جن کے سائے میں کانگریس راج رچایا جا رہا ہوگا، ہم ملک کے سارے نظام میں زلزلہ ڈال دیں گے اور اسے معطل کر کے رکھ دیں گے''۔

(علی گڑھ یونیورسٹی میں تقریر۔نومبر ۱۹۴۱ء)
(طلوع اسلام۔فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مالی حیثیت سے ہم دیوالیئے ہیں، اقتصادی لحاظ سے صفر، اور تعلیمی نقطۂ نظر سے پست ترین سطح پر کھڑے ہیں۔اس لئے میں انتہائی سنجیدگی سے کہوں گا کہ اگر آپ اپنا حقیقی مقام و منصب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنے آپ کو مسلح کیجئے اور اپنے اندر ضروری صلاحیتیں پیدا کیجئے، اس قسم کی گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں کہ مسلمانوں نے صدیوں تک اس ملک پر حکومت کی ہے اور اب بھی ان کو حکومت کرنے کا حق ہے، حالات کا تقاضا یہ ہے کہ محنت کرو اور استقلال سے اپنی جدوجہد جاری رکھو، ذمہ داری اور فرض شناسی کا احساس پیدا کرو''۔

(مسئلہ دستور ہند)
(طلوع اسلام۔دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۵۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہمارا کوئی دوست نہیں، ہمیں نہ انگریزوں پر بھروسہ ہے نہ

ہندو پر، ہم دونوں کے خلاف جنگ جاری رکھیں گے خواہ وہ آپس میں متحد بھی کیوں نہ ہو جائیں''۔

(جلسۂ عام پشاور میں تقریر۔۱۹۴۵ء)
(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اگر ہندو قیادت یا برطانوی قیادت الگ الگ یا دونوں متحد ہو کر ہمارے خلاف فریب کاریوں اور سازشوں پر اتر آئیں تو ہم اس کی مدافعت کریں گے تا آنکہ ہم ایک ایک کر کے کٹ کر مر جائیں''۔

(یوم پاکستان پر تقریر۔مارچ ۱۹۴۸ء)
(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''خدائے عظیم و برتر کی قسم جب تک ہمارے دشمن ہمیں اٹھا کر بحیرۂ عرب میں نہ پھینک دیں ہم ہار نہ مانیں گے۔پاکستان کی حفاظت کے لئے میں تنہا لڑوں گا۔اس وقت تک لڑونگا جب تک میرے ہاتھوں میں سکت اور جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے، مجھے آپ سے کہنا ہے کہ اگر کوئی ایسا وقت آ جائے کہ پاکستان کی حفاظت کے لئے جنگ لڑنی پڑے تو کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں، پہاڑوں، جنگلوں اور دریاؤں میں جنگ جاری رکھیں''۔

(طلوع اسلام۔فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۸)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہمارا مذہب، ہماری تہذیب اور ہمارے تصورات ہی وہ محرک قوتیں ہیں جو ہمیں آزادی حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھاتی ہیں''۔

(طلوع اسلام۔فروری ۱۹۵۹ء صفحہ ۶۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان ایک قابلِ عمل نصب العین ہی نہیں بلکہ اس برصغیر میں اسلام کو مکمل تباہی سے بچانے کا واحد راستہ ہے۔ابھی ہم نے ایک طویل منزل طے کرنی ہے، بلاشبہ پاکستان موجود ہے لیکن ہم نے اسے حاصل کرنا ہے، آزادی کا حصول اس کے تحفظ کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے، انگلستان اور امریکہ آج آزاد ہیں لیکن سوچئے، کہ اپنی آزادی کے استحکام کے لئے انہیں کس قدر شدید جدوجہد کرنی پڑی، ہمیں اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کرنا ہے۔اپنی صفوں کو مضبوط کیجئے، ہمارے سامنے نہ صرف داخلی تحفظ کے مسائل ہیں، بلکہ خارجی جارحیت کا مقابلہ بھی، آزادی کا حصول اور اس کی بقاء و استحکام چرخہ کاتنے سے ممکن نہیں، ہمیں اپنے مساکن اور مقدس مقاصد کی خاطر لڑائی اور دفاع کے لئے تیار رہنا چاہئے اور یقین رکھئے کہ پاکستان تمہارے ہاتھوں میں ہوگا''۔

(تقاریر و تحریرات جناحؒ۔جلد اول)
(طلوع اسلام۔مارچ ۱۹۶۱ء صفحہ ۷۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یقین مانئے کہ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد مسلمان اس قدر منظم، اس قدر زندہ اور ایسے بیدار کبھی نہ ہوئے تھے جیسے کہ آج ہیں۔آج ہمارے سروں پر ہمارا اپنا پرچم لہرا رہا ہے یعنی ہندی مسلمانوں کا ملی پرچم۔ہم نے ایسا پلیٹ فارم قائم کر لیا ہے جو مسلمانانِ ہند کی وحدت کا مظہر ہے، ہم نے نہایت واضح الفاظ میں متعین کر دیا ہے کہ ہمارا نصب العین پاکستان ہے''۔

(تقاریر و تحریرات جناحؒ۔جلد اول)
(طلوع اسلام۔مارچ ۱۹۶۱ء صفحہ ۷۱)

☆☆☆☆☆☆☆

☆"جن دنوں مجھے برطانوی حکومت کے ہاتھوں کسی وقت بھی گرفتاری کی توقع تھی تو ان دنوں میری بہن فاطمہ ہی تھی جو میری ہمت بندھاتی تھی، جب حالات کے طوفان مجھے گھیر لیتے تھے تو میری بہن فاطمہ ہی تھی جو میری حوصلہ افزائی کرتی تھی، تفکرات، پریشانیوں اور سخت محنت کے زمانے میں جب گھر آتا تھا تو میری بہن روشنی اور امید کی تیز شعاع کی صورت میں میرا خیر مقدم کرتی تھی، اگر میری بہن نہ ہوتی تو میرے تفکرات کہیں زیادہ ہوتے، میری صحت کہیں زیادہ خراب ہوتی۔ اس نے لاپروائی سے کام نہیں لیا، کبھی شکایت نہیں کی، میں آج ایسے واقعات کا انکشاف کرتا ہوں جو غالباً آپ نہیں جانتے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ ہمیں ایک عظیم انقلاب کا سامنا تھا، ہم گولیوں کی بوچھاڑ میں حتیٰ کہ موت تک کے مقابلہ کے لئے آمادہ اور تیار تھے۔ میری بہن نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالا، میرے شانہ بشانہ رہی۔ میری انتہائی معتمد رہی اور مجھے سنبھالے رکھا"۔

(میرا بھائی۔۔۔۔ فاطمہ جناح)

☆☆☆☆☆☆☆

پاکستان

☆"پاکستان کوئی نئی چیز نہیں، یہ تو صدیوں سے موجود ہے شمال مغربی اور شمال مشرقی ہند، مسلمانوں کا حقیقی ملک ہے جہاں آج بھی ستر فیصد سے زیادہ ان کی آبادی ہے۔ ان علاقوں میں ایسی آزاد اسلامی حکومت ہونی چاہئے، جس میں مسلمان اپنے مذہب اپنے کلچر اور اپنے قوانین کے مطابق زندگی بسر کر سکیں"۔

(ہندوستان ٹائمز کو بیان۔ ۵ ستمبر ۱۹۳۸ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۰ء صفحہ ۷۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆"آیئے اس عظیم اور مبارک دن یہ عہد کریں کہ آج اور مستقبل کے لئے عالمی نظام میں اپنی اسلامی روایات کی روشنی میں ہم اپنا حقیقی مقام حاصل کریں گے۔ مسلمان فاتح، تاجر، مبلغ اور معلم کی حیثیت سے ہندوستان میں داخل ہوئے، وہ اپنے ساتھ تہذیب وتمدن لائے، انہوں نے عظیم مملکتیں قائم کیں اور ایک عظیم الشان تہذیب کو جنم دیا۔ انہوں نے ہندوستان کے برصغیر کو تعمیر نو کے سانچوں میں ڈھالا، ہندوستان کے کروڑوں مسلمان دنیا کے ہر خطے کے مقابلے میں مسلم آبادی کی عظیم ترین جمیعت قرار پاتے ہیں۔ اپنی قومی تہذیب و ثقافت کے اعتبار سے وہ دوسروں سے متمیز ہیں، وہ سب قوموں کی آزادی اور مساوات کے علمبردار ہیں۔ یہ مسلم ہندوستان کی تقدیر ہے کہ آج کی عالمگیر کشمکش، مستقبل کے جدید نظام اور اس کے قیام کے سلسلے میں ایک موثر قوت کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے۔ اس لئے میں ہر مسلمان سے اپیل کرتا ہوں کہ پاکستان کے نصب العین کے لئے وہ جم کر کھڑا ہو جائے کیونکہ یہ ہماری اور اس برصغیر میں ہماری آئندہ نسلوں کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، یا تو ہم پاکستان حاصل کر کے رہیں گے یا مٹ جائیں گے، آج دنیا اپنی تاریخ کے سب سے بڑے بحران میں سے گذر رہی ہے، اس عالمگیر جنگ میں اسلام اور مسلمانوں کی ذمہ داری کسی دوسرے سے کم نہیں۔ آیئے آج یہ عہد کریں کہ ہم ان ذمہ داریوں کو پورا کریں گے"۔

(عید الفطر کا پیغام۔ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان ایک ایسی منزل ہے جس تک پہنچنے سے مسلمانوں کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی' پاکستان کا تخیل ایک ایک مسلمان کے دل و دماغ پر چھا چکا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ پاکستان' ہندوستان کی اسلامی مملکت کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس برصغیر میں پاکستان کے سوا کوئی دوسرا دستور کامیاب نہیں ہوسکتا''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن۔ یکم مارچ ۱۹۴۴ء)
(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۰ء صفحہ ۵۵)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان کا تصور مسلمانوں کے لئے اب ایک عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے ان کی حفاظت' نجات اور تقدیر کا راز اسی میں مضمر ہے' اسی سے یہ آواز اقصائے عالم میں گونجے گی کہ دنیا میں ایک ایسی مسلم مملکت بھی ہے جو اسلام کی عظمتِ گذشتہ کو ازسرنو زندہ کرے گی''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس۔ ۱۸ مارچ ۱۹۴۴ء)
(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہماری نجات' ہماری سلامتی اور عزت و آبرو کے تمام تقاضے پاکستان سے وابستہ ہیں' اگر ہم یہ جنگ ہار گئے تو ختم ہو کر رہ جائیں گے' اور اس برصغیر سے مسلمانوں اور اسلام کا نام ونشان تک مٹ جائے گا''۔

(یوم پاکستان پر پیغام۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۵ء)
(طلوع اسلام۔ اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان سے مطلب یہی نہیں کہ ہم غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں' اس سے حقیقی مراد مسلم آئیڈیالوجی ہے جس کا تحفظ نہایت ضروری ہے۔ ہم نے صرف اپنی آزادی ہی حاصل نہیں کرنی' ہم نے اس قابل بھی بننا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کر سکیں اور اسلامی تصورات اور اصول کے مطابق زندگی بسر کر سکیں''۔

(فرنٹیئر مسلم اسٹوڈنٹس کے نام پیغام۔ جون ۱۹۴۵ء)
(طلوع اسلام۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۵)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلمان پاکستان کا مطالبہ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اس میں اپنے ضابطۂ حیات' ثقافتی نشوونما' روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق زندگی بسر کر سکیں''۔

(کانفرنس فرنٹیئر مسلم لیگ پشاور۔ ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء)
(طلوع اسلام۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۵)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان اس معاملہ میں پوری طرح آزاد ہوگا کہ وہ دولت مشترکہ میں شامل ہو یا اس سے علیحدگی اختیار کرے' میں نہیں جانتا کہ اس وقت کے حالات کے مطابق پاکستان کی حکومت کا فیصلہ کیا ہوگا''۔

(نمائندہ بی بی سی کو جواب۔ ۱۳ اپریل ۱۹۴۶ء)
(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں بخلوصِ قلبِ خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں عہدِ رفتہ کی قابلِ احترام روایات کا اہل بنائے اور ہمیں اس طاقت سے بہرہ ور فرمائے کہ ہم ملتِ پاکستان کو صحیح معنوں میں اقوام عالم میں ایک ممتاز مقام دلا سکیں' لاریب کہ ہم نے پاکستان حاصل کر لیا' لیکن یہ منزل ایک نئے سفر کا نقطۂ آغاز ہے' آج ہم پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' ہمارے عزائم اور حوصلے اسی قدر بلند ہونے

چاہئیں' قومی تعمیر کے عملی میدان میں ان کی تکمیل اس سے بھی کہیں زیادہ جدوجہد اور قربانیوں کا مطالبہ کرے گی' جس کا تقاضا حصولِ پاکستان کے مقدس نصب العین کے سلسلے میں ہم سے کیا گیا تھا۔ صحیح معنوں میں ٹھوس عمل کا وقت اب آیا ہے اور مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ باشعور مسلمان اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں گے' اور ان تمام مشکلات اور موانعات پر غالب آ جائیں گے جو اس راہ میں لاحق ہوں گی''۔

(عید الفطر کا پیغام۔ ۱۸ اگست ۱۹۴۷ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مغربی پاکستان' مشرقی پاکستان سے قریب ایک ہزار میل کے فاصلے پر ہے اور ان کے درمیان مملکت ہند کا علاقہ حائل ہے' بیرونی ممالک کے ایک طالب علم کے دل میں جو پہلا سوال ابھرے گا وہ یہ ہوگا کہ ایسی مملکت کا قیام کس طرح ممکن ہوگا؟ ایسے دو خطوں میں جن میں اس قدر بُعد ہو' وحدتِ حکومت کس طرح ممکن ہوگی؟ میں اس سوال کا جواب صرف ایک لفظ میں دوں گا اور وہ یہ کہ ایسا ہمارے ایمان کی رو سے ہو گا ایمان خدا پر' ایمان اپنے آپ پر' ایمان اپنے مستقبل پر' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ ہم سے اچھی طرح واقف نہیں وہ ایسے مختصر جواب کا پورا پورا مفہوم سمجھ نہیں سکیں گے' اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل بھی بیان کر دوں (اس کے بعد انہوں نے فرمایا) پاکستان کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے' ہم محمد الرسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے پیرو ہیں' ہم اس اسلامی برادری کے ارکان ہیں جس میں حقوقِ شرف وتکریم اور احترام ذات کے اعتبار سے تمام افراد برابر ہوتے ہیں۔ بناء بریں ہم میں اخوت اور وحدت کا بڑا گہرا جذبہ ہے' ہماری اپنی تاریخ ہے اور اپنی رسوم وروایات۔ ہم اپنے نظریاتِ زندگی' نقطۂ نگاہ اور احساسِ دروں کے مالک ہیں۔ یہی وہ عوامل ہیں جو قومیت کی تشکیل کا معیار بنتے ہیں''۔

(آسٹریلیا کے باشندوں کے نام۔ ۱۹ فروری ۱۹۴۸ء)

(طلوع اسلام۔ اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے اندر وہ لوگ موجود ہیں جو بیرونی قوتوں سے مالی امداد حاصل کر کے پاکستان کے درپے تخریب ہیں۔ میں آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ان سے ہوشیار رہیں اور ان کے دلکش نعروں اور جاذبِ توجہ وعدوں کے فریب میں نہ آ جائیں''۔

(ڈھاکہ کی ایک تقریر۔ مارچ ۱۹۴۸ء)

(طلوع اسلام۔ مئی ۱۹۴۸ء صفحہ ۳۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اگر خدا نے مجھے توفیق بخشی تو میں دنیا کو دکھا دوں گا کہ پاکستان اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ساری دنیا کے لئے مشعل راہ ہے' پاکستان ایک تحریک کا نام ہے جس کا مقصد پاکستان کے مرکز سے اسلامی نظریۂ حیات کا فروغ واشاعت ہے''۔

(طلوع اسلام۔ فروری ۱۹۵۹ء صفحہ ۶۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم نے آخری اور حتمی فیصلہ کر لیا ہے کہ پاکستان ہمارا واحد نصب العین ہے' ہم اس کی خاطر مسلسل جدوجہد کریں گے اور اپنی جانیں تک قربان کر دیں گے' کسی کو بھی اس بارے میں غلط فہمی نہ رہنی چاہئے' جمہوری نظامِ حکومت کا جنازہ نکل چکا ہے' اس قسم کی جمہوریت کا جو مسٹر ڈیسائی کے پیشِ نظر ہے' ہو

سکتا ہے کہ ہماری تعداد کم ہو لیکن حکومت کو معلوم ہے اور میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اپنی کم تعداد کے باوجود اگر ہم اس امر کا ارادہ کر لیں تو تمہارے لئے اس سے سو گنا زیادہ مشکلات پیدا کر سکتے ہیں۔ جو کانگریس نے آج تک کی ہیں' یہ ایک دھمکی نہیں بلکہ ایک حقیقت کا اعلان ہے جس سے میں تمہیں خبردار کرتا ہوں''۔

(طلوع اسلام۔ مارچ ۱۹۶۱ء صفحہ ۶۸)

☆☆☆☆☆☆☆

طلباء

☆''آج پاکستان ہی ہماری وہ منزل مقصود ہے' جس کے لئے ہم برسرِ جنگ ہیں اور اگر ضرورت پڑی تو اس کے لئے جانوں کی بازی بھی لگائیں گے' اسے سودے بازی کا معاملہ نہ سمجھئے' میں نوجوانانِ ملت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس کے لئے کمریں کس لیں اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کی صلاحیتوں کو اجاگر کریں' ہماری امیدیں ملت کے نوجوانوں سے وابستہ ہیں''۔

(مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس نئی دہلی۔ نومبر ۱۹۴۰ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۱ء صفحہ ۵۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یاد رکھئے کہ آج جو کچھ بروئے کار لایا جا رہا ہے' کل اسی کی باگ ڈور تمہیں سنبھالنی ہوگی' اس لئے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے اپنے کو اس کے لئے تیار کر لیا ہے؟ کیا آپ اپنے آپ کو منظّم کر چکے ہیں؟ اور کیا آپ میں اپنی ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیتیں بیدار ہو چکی ہیں جو آپ پر عائد ہونے والی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر آگے بڑھئے اور یہ اب کر لیجئے۔ یہی موقع اس کے لئے مناسب ہے اور میں آپ کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن۔ ۷ مارچ ۱۹۴۲ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۷)

☆☆☆☆☆☆☆

(۱۹۴۱ء میں قائداعظم کے دورۂ حیدرآباد کے موقع پر بعض نوجوان طلبا کے سوالات اور قائداعظم کے جوابات)

س: مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کیا ہیں؟

ج: جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور قوم کے محاورے کے مطابق لامحالہ میرا ذہن خدا اور بندے کے باہمی تعلق اور روابط کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم یا تصور نہیں ہے' میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملا نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے' البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں' زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی سیاسی ہو یا معاشی غرض یہ کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو۔ قرآن کریم کی اصولی ہدایات اور سیاسی طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لئے بہترین ہیں بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لئے حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے اس سے بہتر کا تصور ناممکن ہے۔

س: اس سلسلے میں اشتراکی حکومت وغیرہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: اشتراکیت' بالشویت یا دیگر اسی قسم کے سیاسی اور معاشی مسلک دراصل اسلام اور اس کے نظام سیاست کی غیر

مکمل اور بھونڈی سی نقلیں ہیں ان میں اسلامی نظام کے اجزاء کا سا ربط اور تناسب و توازن نہیں پایا جاتا۔

س: ترکی حکومت تو ایک سیکولر اسٹیٹ ہے' کیا اس سے اسلامی حکومت مختلف ہے؟ آپ کا اس باب میں کیا خیال ہے؟

ج: ترکی حکومت پر میرے خیال میں مادی حکومت (سیکولر اسٹیٹ) کی سیاسی اصطلاح اپنے پورے مفہوم میں منطبق نہیں ہوتی' اب رہا اسلامی حکومت کے تصور کا امتیاز سو یہ بالکل واضح ہے اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کے لئے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں' اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی نہ کسی اور شخص یا ادارے کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے لئے (آپ جس نوعیت کی بھی چاہتے ہوں) بہر حال آپ کو علاقہ اور سلطنت کی ضرورت ہے۔

س: وہ سلطنت ہمیں ہند میں کس طرح نصیب ہوسکتی ہے؟

ج: مسلم لیگ' اس کی تنظیم' اس کی جدوجہد' اس کا رخ اس کی راہ' سب اس سوال کے جواب ہیں۔

س: جب آپ اسلامی اصول کے نصب العین اور طریق کار دونوں میں بہترین اور بدترین حکومت کا یقین رکھتے ہیں اور اجمالاً یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو خود مختار علاقے اس لئے مطلوب ہیں کہ وہاں وہ اپنے ذہنی میلانات اور تصورات زندگی کو بلا روک ٹوک بروئے کار اور روبہ ترقی لا سکیں تو پھر اس میں کونسا امر مانع ہے کہ مسلم لیگ زیادہ تفصیل اور توضیح کے ساتھ اپنی جدوجہد کی مذہبی تعبیر و تشریح کر دے۔

ج: (دقت یہ ہے کہ جب اس جدوجہد کو مذہب سے تعبیر کیجئے تو ہمارے علماء کی ایک جماعت بغیر اس بات کے سمجھنے کے کہ کام کی نوعیت' تقسیم عمل اور اس کے اصل حدود کیا ہیں' ان امور کو صرف چند مولویوں کا اجارہ خیال کر لیتی ہے اور (اپنے حلقہ سے باہر) اہلیت و مستعدی کے باوجود مجھ میں یا آپ میں (یعنی کسی اور میں) اس خدمت کے سرانجام دینے کی کوئی صورت نہیں دیکھتی' حالانکہ اس منصب کی بجا آوری کے لئے جن اجتہادی صلاحیتوں کی ضرورت ہے انہیں میں ان مولوی صاحبان میں (الا ماشاءاللہ) نہیں پاتا (اور پھر مشکل اندر مشکل یہ کہ' وہ اس مشن کی تکمیل میں دوسروں کی صلاحیتوں سے کام لینے کا سلیقہ بھی نہیں رکھتے۔

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۵۵)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''میں تمہاری طرح اب جوان نہیں' لیکن تمہارے پرشباب جذبات اور جوش و خروش نے مجھے ضرور جوان بنا دیا ہے' یہ تمہاری گذشتہ سات سالہ انتھک مساعی کا نتیجہ ہے کہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے ہاتھ اب کافی مضبوط ہوگئے ہیں اور آج یہ دعویٰ کرنے کے قابل ہیں کہ ہم میں کوئی فرقہ نہیں۔ اب ہم ایک متحد قوم ہیں' اور ایک ایسا مسلمان نہیں جو ہمارے نصب العین سے بے خبر ہو اور تو اور ایک ایک بچہ بھی یہ جان گیا ہے کہ ایک مسلمان کا مقصد حیات صرف پاکستان ہے''۔

(مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سیالکوٹ۔مئی ۱۹۴۴ء)
(طلوع اسلام۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم لیگ ہندوستان کی کامل آزادی کی طالب ہے' ایسی آزادی جو کسی ایک فرقہ کے لئے نہیں بلکہ ان سب قوموں کے لئے ہو جو اس برصغیر میں آباد ہیں مسلم لیگ داعی ہے ایک آزاد اور خودمختار اسلام کی اور اسلام ہر مسلمان سے توقع کرتا ہے کہ اس کے لئے اپنا فرض ادا کرے۔ تاریخ کے اس نازک دور میں وہ مقام اور منصب حاصل کرنے کے لئے جو مسلمانوں کی روایات اور ماضی کے ورثہ کے شایان شان ہو' جس قدر بھی عظیم قربانیاں کی جائیں کم ہیں اور بالخصوص اس وقت جب ایک ہولناک جنگ اور خطرناک ترین صورت حال درپیش ہے جس سے یقیناً نظام عالم بدل جائے گا' مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کے مسلم نوجوان جن پر قومی ذمہ داریوں کا بار پڑنے والا ہے نو کروڑ اسلامیان ہند کے مستقبل کی تعمیر میں مدد کرنے سے قاصر نہیں رہیں گے''۔

(علی گڑھ مسلم یونیورسٹی یونین کے نوجوانوں کے نام پیغام)
(طلوع اسلام۔دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۳۹)

☆☆☆☆☆☆☆

خواتین

☆''لیگ نے مسلمانوں کو ان کے رجعت پسند عناصر سے رہائی دلوائی ہے اور ایسی رائے تخلیق کر دی ہے کہ وہ لوگ جو خودغرضی سے اپنی ذاتی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے تھے' قومی غدار ہیں۔ لیگ نے آپ کو مولویوں اور ملاؤں کے ناکارہ عناصر سے بھی رہا کرا دیا ہے' مولوی کی جانب من حیث الجماعت اشارہ نہیں کر رہا' ان میں بعض مخلص ہیں مگر ان کا ایک طبقہ بڑا ہے' میں نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ برطانوی حکومت' کانگریس' رجعت پسند مسلمان اور مولوی و ملا ان چاروں سے رہائی پانے کے بعد اب آپ فرقۂ اناث کو قید و بند سے چھڑائیں۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ ہم اہل مغرب کی نقالی کریں اور بے ہودگیاں اور خرابیاں اختیار کریں' ہرگز نہیں' میرا مقصد یہ ہے کہ ہماری مستورات ہماری زندگی میں نہ صرف معاشرتی بلکہ سیاسی لحاظ سے بھی حصہ لیں''۔

(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔۵ فروری ۱۹۳۸ء)
(طلوع اسلام۔نومبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۰)

☆☆☆☆☆☆☆

انگریز

☆''برطانیہ ہندوستان کے مسلمانوں کو بھیڑیوں کے حوالے کرنا چاہتا ہے' اس میں شبہ نہیں کہ برطانیہ سے وہی بازی لے جا سکتا ہے' جس میں قوت ہو لیکن ہم ہندو اور برطانیہ دونوں سے لڑیں گے''۔

(سندھ مسلم لیگ کانفرنس۔اکتوبر ۱۹۳۸ء)
(طلوع اسلام۔فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ڈیڑھ سو سال سے جو حکومت یہاں قائم ہے یہ عوام کی منظوری سے قائم نہیں ہوئی' یہ وہ نظام جمہوریت ہے جو مغلوں کی حکومت پر غالب آیا' اور برطانوی سنگینیں اس کی وجہ جواز ہیں نہ کہ عوام کی منظوری' عوام میں بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے اور اسی بناء پر ہم اپنی آزادی کے طالب ہیں' ہم اپنی سرزمین کے مالک آپ بننا چاہتے ہیں اور برطانوی تسلط کو خیرباد کہنا پسند کریں گے' پاکستان کی تجویز اس سلسلے میں ہندوستان کی حقیقی آزادی اور استقلال کا صرف آغاز ہے''۔

(مسلم لیگ کونسل نئی دہلی۔ ۹ ستمبر ۱۹۴۲ء)
(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۵)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں خوش ہوں کہ برطانوی عوام نے بالآخر نیند سے ذرا آنکھ کھولی ہے' برطانوی قوم کا معمول یہ ہے کہ وہ اس وقت بیدار ہوتے ہیں' جب خطرہ سامنے آ جائے' میں پوچھتا ہوں کہ مطالبۂ پاکستان کے خلاف آخر اعتراض کیا ہے؟ صرف ایک ہی اعتراض کہ ہندو پورا ملک چاہتے ہیں' اگر سارا ملک ان کے سپرد کر دیا جائے تو ہماری حیثیت ایک اقلیت سے زیادہ نہیں ہو گی' اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا برطانیہ اپنی سنگینوں کے زور پر ہندو سامراج کی سرپرستی کرنا پسند کرے گا' اگر ایسا ہوا تو یاد رکھو کہ تم عزت' راستبازی اور صداقت شعاری کا آخری نشان تک کھو بیٹھو گے' برطانوی حکومت اور برطانوی عوام جس قدر جلد ہندوستان کی حقیقی صورت حال اور حقائق کو سمجھ لیں گے اتنا ہی ان کے لئے بہتر ہو گا' نہ صرف ان کے لئے بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے بھی' اس لئے یہ ذمہ داری برطانوی حکومت پر ہے کہ وہ حقائق سے روگردانی اختیار نہ کرے بلکہ مسائل کا مضبوطی اور صفائی سے مقابلہ کرے''۔

(لندن میں مذاکرات کے خاتمہ پر کنگز وے ہال میں تقریر)
(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۱)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم جانتے ہیں کہ برطانیہ کے پاس مشین گنیں ہیں وہ اپنی طاقت کو جس طرح چاہیں استعمال کریں۔ دنیا کی کوئی عدالت نہیں جس کے پاس ہم اس کے خلاف اپیل کر سکیں۔ دوسری پارٹی کانگریس ہے وہ پوری طرح دوسرے قسم کے ہتھیاروں کو استعمال کرے گی' اس لئے اب ہم اپنے حفظ و بقاء کے لئے آئینی طریقوں کو خدا حافظ کہنے پر مجبور ہیں اور اب ہم نے طے کر لیا ہے کہ براہ راست اقدام کی تیاریاں اور عمل ہماری پالیسی اور پروگرام کا جزو ہو گا''۔

(پریس کانفرنس' جولائی ۱۹۴۶ء)
(طلوع اسلام۔ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''لارڈ پیتھک لارنس نے دارالامراء میں کہا ہے کہ ہم مسٹر جناح سے اس پر اتفاق نہیں کر سکتے کہ انہیں مسلم نامزدگان کی اجارہ داری سونپ دی جائے' میں پوچھتا ہوں کہ وزیر ہند کو موجودہ ذمہ داری کس نے عطا کی؟ کیا اسے ہر انگریز کی اجارہ داری حاصل ہے؟ پھر ایسی بے تکی ہانکنے سے فائدہ؟ آخر اسے یہ کیونکر حق حاصل ہے کہ وہ برطانوی عوام کی طرف سے جن کی صرف ساٹھ فیصدی تعداد اس کی حکومت کے پیچھے ہے کوئی گفتگو کرے۔ ہم اس پر اتفاق نہیں کر سکتے' کہ ملت کے ایک غدار (کوئز لنگ) کو ایگزیکٹو کونسل میں کانگریس کی طرف سے نامزد کیا جائے' برطانوی حکومت اپنے ہاں خود جان ایمری اور لارڈ ہاہا جیسے غداروں سے کیا سلوک کر چکی ہے؟ کیا انہیں تختۂ دار پر نہیں کھینچ دیا گیا' بہت سے انگریز جنہوں نے اپنے ملک سے فریب کیا اور غدار قرار پائے انہیں پھانسی دے دی گئی' مجھے بھی یہ منظور نہیں کہ مسلمانوں کے کسی غدار کو ان کی نمائندگی کے لئے نامزد کیا جائے''۔

(مسلم لیگ کونسل ڈائریکٹ ایکشن۔ ۲۹ جولائی ۱۹۴۶ء)
(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم ہندوستان کو برطانیہ کی بدعہدیوں اور وعدہ خلافیوں نے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے' ہم نے اگست ۱۹۴۰ء کے

اعلان کے مطابق ان سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ جب تک ہندوستان کی بڑی سیاسی جماعتوں اور قومی زندگی کے دوسرے اہم عناصر میں کوئی سمجھوتہ نہ ہو جائے' حکومت کے اختیارات کسی ایک پارٹی کے نام منتقل نہیں کئے جائیں گے' اس اعلان میں یہ بھی تحریر ہے کہ جب تک ہندو مسلم سمجھوتہ نہ ہو گا' ہندوستان کے لئے کوئی نیا آئین متشکل نہیں ہو گا' لیکن آج حکومت برطانیہ نے اس صاف اور واضح اعلان کے پرزے پرزے کر دیئے ہیں''۔

(خطاب بتقریب عید۔ اگست ۱۹۴۶ء)

(طلوع اسلام۔ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں آج مسرور ہوں اور ہم اس اظہار فخر کے قابل ہیں کہ ہم نے برطانوی حکومت کو ایک سبق سکھا دیا ہے' شر سے خیر کا پہلو نمایاں ہوتا ہے' اسلامی ہند نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ وہ پوری قوت سے مسلم لیگ کی پشت پر ہے' مجھے یقین ہے کہ ہمارے مخالفین اس حقیقت کو آئندہ پیش نظر رکھیں گے کہ ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی ہر کوشش ناکام ثابت ہو گی''۔

(تقاریر و تحریرات جناحؒ۔ جلد اول)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۶)

☆☆☆☆☆☆☆

کانگریس

☆''کانگریس نے اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لئے ہے' اس نے نام نہاد نیشنلزم کا سوانگ بھر رکھا ہے اور میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ کانگریس پارٹی کی موجودہ پالیسی جماعتی عناد اور فرقہ وارانہ مناقشت پیدا کر کے ملوکانہ تسلط کے استبقاء کا باعث ہو گی''۔

(خطبۂ صدارت اجلاس لکھنؤ)

(طلوع اسلام۔ دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۳۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یہ صحیح ہے کہ برطانیہ اور کانگریس کے چند مسلمان دلالوں کے ذریعے مسلم لیگ میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی گئی' یہ کانگریس کے پروردہ ہیں اور برطانوی شہنشاہیت کے معین و مددگار' کسی نہ کسی طرح ہندو اخبارات ان کا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں' میں ایسے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتا' جو دشمن کے لشکر میں جائیں اور وہاں سے ہم پر تیر چلائیں' مسلمانوں اور مسلم لیگ میں تفرقہ اندازی کی کوشش بالکل بے سود بلکہ ایک بے ہودہ تماشا ہے کیونکہ آپ نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کا واحد نمائندہ ادارہ ہے''۔

(طلوع اسلام۔ مارچ ۱۹۶۱ء صفحہ ۷۳)

☆☆☆☆☆☆☆

ہندو

☆''ساورکر (صدر مہا سبھا) کی اسکیم یہ ہے کہ جب (انگریز کے چلے جانے کے بعد) میدانی' بحری اور فضائی فوج اور نظم و نسق میں ہندوؤں کو ۷۵ فیصدی حصہ مل جائے گا تو پھر ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ان مسلمانوں کا کیا حشر ہو گا' جو شمال مغرب اور شمال مشرق میں بستے ہیں' سنئے وہ (مسٹر ساورکر) کہتے ہیں کہ سرحدوں پر ہندو فوج اس طرح بٹھا دی جائے گی' جس طرح اب برطانوی فوج متعین ہے اور یہ فوج اس کا خیال رکھے گی کہ مسلمان سر نہ اٹھا سکیں''۔

(آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن۔ دسمبر ۱۹۴۱ء)

(طلوع اسلام۔ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۸)

☆☆☆☆☆☆☆

ابوالکلام آزاد

☆ ''آپ کا تار ملا' میں اس رازداری کا قائل نہیں۔ چونکہ آپ ہندوستان کے مسلمانوں کا اعتماد کلیتہً کھو چکے ہیں اس لئے میں بذریعہ خط وکتابت یا کسی اور نہج سے آپ سے ان معاملات پر بحث نہیں کرنا چاہتا' کیا آپ کو اس امر کا احساس نہیں کہ آپ کو ایک نمائشی صدر بنانے سے ہندوؤں کا اس کے سوا اور کچھ مقصد نہیں کہ اس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ کانگریس یقیناً ایک قومی جماعت ہے اور اس طرح باہر کی دنیا کو دھوکا دیا جائے' آپ نہ ہندوؤں کے نمائندے ہیں نہ مسلمانوں کے' کانگریس ہندو جماعت ہے اس لئے اگر آپ کو عزت نفس کا کچھ پاس ہے تو اس جماعت سے فوراً مستعفی ہو جایئے' اس وقت تک آپ نے لیگ کی تخریب کے لئے انتہائی کوشش کر دیکھی اور آپ کو علم ہے کہ آپ کس طرح اپنی کوششوں میں ناکام رہے ہیں۔ اب ان حرکات کو چھوڑ دیجئے''۔

(ابوالکلام آزاد کے تار کے جواب میں)
(طلوع اسلام۔اکتوبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۵۱)

☆☆☆☆☆☆☆

گاندھی

☆''ان کا (گاندھی جی کا) مقصد وہ نہیں ہوتا جو وہ زبان سے کہتے ہیں' اور جو ان کا مقصد ہوتا ہے وہ کہتے نہیں' جب ان کے مفید مطلب ہوتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ کسی کے نمائندے نہیں' وہ محض انفرادی حیثیت سے گفتگو کر رہے ہیں۔ وہ کانگریس کے چار آنہ کے ممبر بھی نہیں رہے اور جب ضرورت ہوتی ہے تو سارے ہندوستان کے واحد نمائندے بن جاتے ہیں۔ جب اور حربوں سے کام نہیں چلتا تو مرن برت رکھ لیتے ہیں' جب کوئی دلیل پاس نہیں ہوتی تو اندرونی آوز' کو بدل لیتے ہیں۔ کہئے کہ ایسے شخص سے ہم کس طرح بات کر سکتے ہیں؟ وہ تو ایک چیستان ہیں' ایک معمہ ہیں''۔

(جلسۂ عام میں تقریر۔اگست ۱۹۴۵ء)
(طلوع اسلام۔فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یہ قطعی افترا اور مسلمانانِ ہند کی توہین ہے جس کا مسٹر گاندھی جیسے مرتبہ کی شخصیت کو مرتکب نہیں ہونا چاہئے تھا' میں مسٹر گاندھی کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مسلمانانِ ہند اپنی اور صرف اپنی طاقت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں' ہم نے اپنے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لئے کانگریس اور برطانیہ دونوں کے خلاف آخری خندق تک لڑنے کا عزم کر رکھا ہے اور کسی دوسرے پر تکیہ نہیں کرنا چاہتے''۔

☆☆☆☆☆☆☆

قائداعظم اور طلوع اسلام

اقتباسات از ماہنامہ طلوع اسلام

☆☆☆

☆''قائداعظمؒ نے خود ایک مرتبہ اپنی تقریر میں کہا تھا کہ جب وہ پہلی مرتبہ ۳۶۔۳۷ء میں اس آواز کو لے کر اٹھے ہیں تو حالت یہ تھی کہ جب وہ لاہور گئے تو کسی نے اپنے یہاں ٹھہرنے کے لئے نہیں کہا اور انہیں ہوٹل میں رات کاٹنی پڑی' پشاور گئے ہیں تو سرکٹ ہاؤس میں ٹھہرے لیکن کوئی شخص ملنے تک نہ آیا۔ دو تین برس کے بعد جب (۱۹۴۰ء میں) پھر لاہور گئے ہیں تو سارا پنجاب دیدہ و دل فرشِ راہ کئے استقبال کے لئے موجود تھا۔ یہ کیا تھا؟ محض حق وصداقت کی آواز کا اثر۔ ورنہ انہوں

نے پہلے دن سے وقتِ آخر تک کبھی کوئی ایسا حربہ استعمال نہیں کیا جس سے عام طور پر عوام کی ہردلعزیزی حاصل کی جایا کرتی ہے۔ ۱۹۳۸ء کا ذکر ہے جب مسٹر جناح پہلی مرتبہ قائداعظم کی حیثیت سے شملہ تشریف لے گئے' مسلمانانِ شملہ نے اپنے محبوب قائد کے استقبال میں ایسا پرشکوہ جلوس مرتب کیا جس کی نظیر اس سے پیشتر کبھی کسی نے نہ دیکھی تھی۔ جلوس ریلوے اسٹیشن سے چل کر مال روڈ کے راستے تارگھر کے قریب تک آ پہنچا' وہاں سے اسے نیچے کے بازار کی طرف جانا تھا۔ اس بازار میں عوام کا ہجوم تھا جو ملت اسلامیہ کے قائد کو اس ہیٹ کے ساتھ دیکھنے کا متوقع نہ تھا جو حسب عادت جناح صاحب کے زیب فرق تھا۔ بعض حساس قلوب نے باہمی اشارے کئے اور یہ سوچا کہ اس ہیٹ کے بجائے اگر جناح صاحب برہنہ سر ہی رکشا میں بیٹھے رہیں تو بھی عوام کے نزدیک زیادہ قابل اعتراض نہ ہوگا انہوں نے اپنے میں سے ایک شخص کو جس پر جناب جناح بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے' اس کے لئے آمادہ کیا کہ وہ اس احساس کو ان تک پہنچا دیں' وہ خاموشی سے ہجوم کو چیرتے ہوئے ان تک پہنچے اور ان کی خدمت میں باادب گذارش کی کہ لوگوں کا یہ خیال ہے' جناب جناح نے اس مشفقانہ تبسم کے ساتھ جو انہی کے ساتھ مختص تھا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا' ان سے کہا'' تمہارا جذبہ بجا اور احساس درست ہے لیکن اس کی فکر نہ کرو' محمد علی ان سطحی حربوں سے پاپولر نہیں بننا چاہتا۔ اگر اس میں خلوص اور خدمت کی جاذبیت ہوگی تو یہ خود بخود مقبول ہو جائے گا۔ اور اگر یہ نہیں ہوگا تو اس طرح حاصل کی ہوئی ہردلعزیزی بڑی ناپائیدار ہوگی''۔

یہ ۱۹۳۸ء کا ذکر ہے' اس کے بعد ان کی دس سال کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ آپ کوئی بات بھی ایسی نہیں پیش کر سکتے جس سے یہ ظاہر ہو کہ انہوں نے عام مقبولیت حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی کیا ہو۔ بلکہ (اس کے برعکس) عوام میں ہردلعزیز بننے کے لئے عام طور پر جن خصوصیات کو ضروری سمجھا گیا ہے' ان میں وہ بھی نہ تھیں۔ نہ وضع قطع' نہ تراش خراش نہ رکھ رکھاؤ۔ حتیٰ کہ نہ وہ شاعرانہ تقریر بازی جس کی قوم اس قدر خوگر ہو چکی تھی' نہ نصب العین کے مقابلے میں کسی کے جذبات کی رعایت' نہ کسی کی خاطر اصول سے ایک قدم بھی انحراف۔ یہ وہ چیزیں تھیں۔ جن سے اچھے اچھے رہنما بھی غیرمقبول ہو جاتے ہیں لیکن ایک یہ مرد خودشناس تھا کہ ان تمام موانعات کے باوجود ایسا ہردلعزیز ہوا کہ اس کی موت پر کروڑوں آنکھوں نے رات کی تنہائیوں میں جب کہ خدا کے سوا اور کوئی دیکھنے والا نہ تھا چپکے ہی چپکے آنسو بہائے اور ہر قلب نے یہ محسوس کیا کہ اس کا خود اپنا ایک حصہ الگ ہو گیا ہے۔ میرے گھر کا دیا بجھنے سے میرے ہی گھر میں اندھیرا ہوتا ہے' پڑوس والے کے ہاں بدستور روشنی رہتی ہے' لیکن سورج غروب ہو جانے سے ہر ایک کے گھر میں تاریکی کی سیاہ چادر بچھ جاتی ہے' یہ مقام اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اپنی روشنی کو کسی خاص چار دیواری میں محصور نہ رکھے بلکہ ان حدود و قیود سے بلند ہو کر اپنی روشنی کو عام کر دے۔ تاریخ کی رصدگاہوں سے پوچھئے' یہ مقام بلند اسی کے حصہ میں آتا ہے جو بغیر کسی ذاتی غرض و غایت کے' حق و صداقت کے نصب العین کے حصول میں اپنی زندگی کو وقف کر دے' ذرا سوچئے کہ بالآخر ہمارے پاس وہ

کونسی متاعِ ملی تھی جسے لے کر ہم اس بازار بیع وشریٰ میں نکلے تھے' ہمارے پاس تو وہ سوت کی انٹی بھی نہیں تھی جسے لے کر وہ بڑھیا یوسف کی خریداری کے لئے بازار مصر میں آئی تھی' زیادہ سے زیادہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک پلیٹ فارم' ایک جھنڈا' ایک نصب العین۔ یہ تھی ہماری متاعِ قوم' لیکن ذرا اپنے دل کی دنیا ٹٹولئے اور سوچئے کہ کیا' یہ الفاظ فی الحقیقت آپ کے دلوں کی ترجمانی کیا کرتے تھے یا محض زبان سے ادا ہو جایا کرتے تھے۔

کیا ہمارے اتحاد میں اُتلاف کی وہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی جو دلوں کو جوڑ دیتی ہے یا حالت محض یہ تھی کہ تحسبھم جمیعاً و قلوبھم شتا۔ (تم انہیں اکٹھا تو دیکھ رہے ہو لیکن ان کے دل ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں) اپنے دلوں سے پوچھئے اور جو جواب وہاں سے ملے اس کے بعد سوچئے کہ کیا ہمارے پاس وہ متاع بھی فی الحقیقت موجود تھی' جس کا ہم دعویٰ کیا کرتے تھے۔ جب یہ حقیقت آپ کے سامنے آئے گی تو پھر اندازہ ہو سکے گا کہ دنیا میں ایک شخص کا خلوص عمل اور کیریکٹر کیسا انقلاب پیدا کر سکتا ہے''۔

(اکتوبر ۱۹۴۸ء' ص ۹۔۱۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس طرح جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو یہ ہندو اور مسلمان دونوں کے نزدیک مسلّم تھا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہو گی' یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۴۸ء کے شروع میں قائداعظمؒ نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا تو آپ نے یہاں تک کہہ دیا کہ جو شخص اردو کے خلاف بات کرتا ہے وہ پاکستان کا غدار ہے''۔

(۲۰ اگست ۱۹۵۵ء' ص ۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قائداعظم جو اس قوم کو ایک فرعون نہیں متعدد فرعونوں کے چنگل سے نکال کر اس نئی دنیائے امن و سلامتی میں لے آئے تھے ان کی عمر نے وفا نہ کی اور چل بسے تو عجیب افراتفری کا دور شروع ہو گیا اور اس گھر کی حالت بعینہٖ وہ ہو گئی جو ایک بزرگ کے اٹھ جانے کے بعد ناخلف اولاد کے ہاتھوں ہو جایا کرتی ہے۔ نام نہاد آزادی کی زندگی کو دیکھا جائے تو پاکستان قرون وسطیٰ کا وہ دربار نظر آتا ہے جس میں بادشاہ کے مر جانے کے بعد سازشوں کا جال بچھ گیا ہو' اقتدار کی کشمکش سے خانہ جنگی کی وہ صورت پیدا ہوئی کہ مقاصد کی تکمیل تو ایک طرف سرے سے مملکت کی برقراری مخدوش نظر آنے لگی''۔

(اگست ۱۹۵۷ء' ص ۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے اس تحریک کو عملی شکل دی' وہ مسلسل اور متواتر ان بنیادی تصورات کو دہراتے رہے جو مطالبۂ پاکستان کی اساس اور اسلامی مملکت کے لاینفک اجزائے ترکیبی تھے' یعنی۔

۱۔ قومیت کا مدار آئیڈیالوجی کے اشتراک پر ہے نہ کہ ہم وطنی پر اور

۲۔ اسلامی مملکت کی آزادی اور پابندی کے حدود قرآن کریم کے اصول و احکام متعین کرتے ہیں' انہوں نے سب سے پہلے اس حقیقت کو واضح کیا کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہو گی''۔

(جنوری ۱۹۶۱ء' ص ۱۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہر مسلمان جس نے تحریک پاکستان کا بغور مطالعہ کیا ہے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ اس تحریک کے آغاز سے قبل برصغیر ہند کے مسلمانوں کا سفینۂ حیات کس گرداب بلا کا شکار تھا اور جمہوریت کے مغربی تصور کی بلاخیز موجیں کس تندی سے اسے ابدی غلامی اور موت کے ہولناک دہانے کی طرف بہائے چلی جارہی تھیں' اس سانحۂ قیامت میں قائداعظم کی دور اندیشی اور فرض شناسی نے ملت کو خود آگہی اور خودنگری کے احساس سے نشاۃ ثانیہ کے جس مقام محمود تک پہنچایا اسے ہماری آئندہ نسلیں اور تاریخ فراموش نہیں کرسکیں گی''۔

(جنوری ۱۹۶۱ء' ص ۴۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قائداعظم کی مایۂ ناز قیادت اور حسن تدبر کا یہ کس قدر عظیم شاہکار تھا کہ وہ قوم جو چند سال قبل اپنے مسلسل زوال اور انتشار کے باعث غول بیابانی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی ایک واضح نصب العین کا سہارا لے کر دیکھتے ہی دیکھتے اس انقلاب حیات کی فاتح قرار پاگئی جس نے سیاسیات عالم کے نقشے بدل کر رکھ دیئے اور عالم اسلام کی تاریخ کو ایک فردوس گم گشتہ کی بازآفرینیوں سے ہم آغوش کردیا''۔

(جنوری ۱۹۶۱ء' ص ۴۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قائداعظمؒ کی سیاست کا یہ انتہائی باکمال کارنامہ ہے کہ انہوں نے یہ جو کھی لڑائی اس انداز سے لڑی کہ نہ کوئی ہنگامہ کھڑا کیا نہ جلاؤ گھراؤ کے فسادات برپا کئے نہ شورشیں اٹھائیں' نہ اینٹ پتھر برسائے۔صرف اپنے تدبر' فراست اور عظمت کردار سے یہ مہیب جنگ اس طرح جیت لی کہ تاریخ اس پر آج تک انگشت بدنداں ہے''۔

(عظمت کردار کا گوہر تابدار' ص ۱۹' دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قائداعظم کا انداز یہ تھا کہ وہ بات بڑی مختصر کرتے تھے لیکن وہ ہوتی تھی' بڑی جامع صاف' سیدھی دوٹوک' اس میں نہ کوئی پیچ وخم ہوتا تھا نہ ابہام یا الجھاؤ''۔

(فروری ۱۹۶۳ء' ص ۱۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مرتے وقت یہ شمع کس کے ہاتھ میں دینی ہے؟ علامہ اقبالؒ کی نگہ حقیقت بیں نے اس کا انتخاب بہت پہلے کرلیا تھا' انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ اس ہجوم میں ایک مرد راہ بیں ایسا ہے جس کے سپرد یہ امانت نہایت اطمینان اور وثوق سے کی جاسکتی ہے' یہ تھے مسٹر محمد علی جناح بارایٹ لاء جنہیں ملت کی متحدہ آواز نے قائداعظم کہہ کر پکارا اور انہوں نے اپنی بے لوث خدمت' بے پناہ محنت اور بلندترین کیریکٹر سے ملت کے اس اعتماد کو سچ کردکھایا''۔

(اکتوبر ۱۹۶۳ء' ص ۴۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس محسن جلیل کے حسن تدبر اور عزم صمیم نے ہماری فریب خوردہ بھولی بھٹکی زوال پذیر اور منتشر سی قوم کو جو بساط سیاست پر قدم بقدم مات کھا رہی تھی۔ازسرنو آزادی واستقلال کی گم گشتہ منزلوں کا سراغ دیا' ان منزلوں کے نشان راہ عطا کئے اور وحدت فکروعمل کی وہ امنگیں بخشیں جن کے صدقے میں یہ ملت درماندہ پورے عزم ہم آہنگی اور یکجہتی سے آغاز سفر کے قابل ہوگئی۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں اس نے اپنی منزل کا تعین کیا اور اگست ۱۹۴۷ء میں یہ منزل مراد اس کے قدم لے رہی تھی''۔

(جنوری ۱۹۶۴ء' ص ۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قائداعظم کی سیرت وکردار کے سب سے درخشاں نقوش اس وقت مزید نکھر اور ابھر کر سامنے آتے ہیں جب ہم اپنی قوم کی اس دور کی نفسیات کی صحیح صحیح کیفیات کو سامنے لاتے ہیں' ہمیں صاف صاف یہ نقشہ دکھائی دیتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اس برصغیر کے مسلمان سیاسیات کی گذرگاہوں میں نہ تو اپنے لئے کسی منزل کا تعین کر سکے اور نہ فکر وبصیرت کی بنا پر زندگی کے کوئی ٹھوس مقاصد ان کے سامنے لائے گئے سرسیدؒ نے ایک فکر اور منزل کا سراغ دیا لیکن جذبات پسند قوم نے اسے ایک تحریک کی شکل میں اپنانے سے گریز کیا' اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ محض جذبات پر مبنی تھا' تحریک خلافت' تحریک ہجرت اور اس نوعیت کی دیگر ہنگامی تحریکوں کے نام پر انہوں نے سیاسیات ہند میں جو ہنگامے بپا کئے ان کی کیفیت بگولوں کے رقص سے زیادہ نہیں تھی' جذباتی ہنگاموں کے ذریعہ انہوں نے جو طوفان قیامت بھی پیدا کیا وہ ان کی عملی قوتوں کو بیش از بیش مضمحل کرتا گیا۔ ان کی وحدت فکر وعمل سے یہ محرومی ان کی بےبسی اور بیچارگی میں اضافہ کرتی چلی گئی چنانچہ ۱۹۳۵ء میں جب قائداعظم نے اس کی عنان قیادت اپنے ہاتھوں میں لی تو چاروں طرف مایوسی اور شکست' انتشار اور اضطراب کا اندوہناک سماں طاری تھا۔ مایوسی اور بیچارگی کے موت آفریں مرحلہ میں اگر قائداعظم کی قیادت آڑے نہ آتی تو ہندو قوم پورے برصغیر پر اپنا تسلط جما چکی ہوتی اور اس کی غلامی اور محکومی میں مسلمانوں کا جو حشر ہوتا اس کا اندازہ اس صورت حال سے بخوبی لگایا جا سکے گا۔ جو ۱۹۳۷ء کے صوبائی انتخابات کے بعد ہندو اکثریت کے صوبوں میں منظر عام پر آئی اور تقسیم ہند کے بعد اب پورے بھارت میں اس کی بھیانک تصویریں قدم قدم پر دکھائی دے رہی ہیں۔ قائداعظم کی سیرت وکردار کا یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ مسلم اکثریت کے علاقوں میں نہ صرف یہ کہ کروڑوں مسلمان اس صورت حال کا شکار بننے سے بچ گئے بلکہ وہ ان علاقوں میں ہندو کے بالمقابل اپنی آزاد اور خودمختار مملکت کے قیام کے بھی قابل ہو گئے۔ جو مملکت پاکستان کے نام سے وجود پذیر ہوئی اور اس کا وجود کروڑوں مسلمانوں کی مقدس امنگوں اور آرزوؤں کا مرکز قرار پا گیا''۔

(جنوری ۱۹۶۴ء ص ۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہمیں توقع کرنی چاہئے کہ ہماری مملکت کے کارفرما ملک و ملت کو سالہا سال کی پیداشدہ الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات دلانے کے لئے پوری جرأت سے **الا** کی اس منزل کو اختیار کریں گے اور اس طرح پاکستان میں دین خداوندی کے منشاء ومقصود کے مطابق ایک ایسا معاشرہ متشکل کرنے کے قابل ہو سکیں گے جو تحریک پاکستان کا حقیقی نصب العین اور بانی پاکستان کے فاتحانہ عزائم کا محور تھا۔ قائداعظم کا یوم ولادت اسی منزل مقصود کی نشان دہی کرتا ہے اور اسی منزل مراد کا حصول دین خداوندی کی عالم آرائی کا واحد ذریعہ ہے''۔

(جنوری ۱۹۶۴ء ص ۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''وہ دیکھئے سامنے ساحل سے بہت دور ایک کشتی طوفانوں سے کھیلتی ہوئی اپنی منزل مقصود کی جانب بڑھ رہی ہے۔ یہ ملت پاکستان کی نوخیز امنگوں اور عزائم کا سفینۂ حیات ہے اور ایک ہولناک بھنور کو شکست دے کر نئے طوفانوں کے ہجوم میں آگے ہی آگے بڑھا جا رہا ہے' اس کی زندگی سے ابتلاؤں اور

آزمائشوں کی محشر خیز ہلاکت سامانیوں سے وابستہ ہے اور اس پر ایک کڑا وقت بھی آیا ہے جب اس کے پتوار تک کھو گئے تھے' اس کے مسافر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے۔ کئی ایک بحری قزاقوں سے پیمانِ وفا استوار کر چکے تھے۔ کئی ایک اس کی تہہ میں چھید کئے جا رہے تھے' مایوسی اور شکست کے اس گرد و غبار میں اس کی منزل مقصود نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کی تباہی کا مرحلہ کس قدر قریب ہے۔ اس ہوشربا کیفیت میں ایک مردِ راہ بیں اور پیکرِ عزم و دانش اس کی ناخدائی کی امنگیں لے کر آگے بڑھا اور اس ڈوبتی ہوئی نیا کو مردانہ وار کھیتا ہوا' ساحلِ مراد کی طرف لے آیا۔ وہ سمندر کی موجوں سے لڑا' حوادث کے طوفانوں سے وقفِ پیکار ہوا' اغیار پرستوں اور قومی سلامتی کے دشمنوں سے ٹکرایا اور ایک دن اہلِ کشتی کا خراجِ تحسین حاصل کرنے کے قابل ہو گیا' یہ محسنِ قوم تھا بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ''۔

(جنوری ۱۹۶۶ء' ص ۴۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس سانحۂ قیامت میں جب قائداعظم مرحوم و مغفور مسلمانوں کی سیاسی قیادت کے لئے میدان میں اترے اور انہوں نے تسبیح کے بکھرے ہوئے دانوں کو ایک سلک تنظیم میں پرونے کا کام سنبھالا تو ان کی راہ میں مشکلات و موانعات کے پہاڑ سر اٹھائے کھڑے تھے۔ وہ بساطِ سیاست پر اپنے مدمقابل کے مہروں کو مات دینے کی صلاحیت رکھتے تھے' ان کے تدبر اور فراست نے دشمنوں پر ایک تہلکہ سا ضرور بٹھا دیا تھا لیکن ایک محاذ ایسا بھی تھا جو قائداعظم کے بس کا نہ تھا۔ یہ محاذ تھا ان مخالفین کی مدافعت پر جو قال اللہ اور قال الرسول کے نقاب میں آگے بڑھ رہے تھے۔ یہاں معاملہ مذہبی پیشوائیت کے ان مہروں سے تھا' جنہیں جبہ و دستار کے تقدس میں دشمن اپنا آلۂ کار بنا کر آگے بڑھ چکا تھا اور یہ ''مفتیانِ شرع مبین'' خوفِ خدا اور تقاضائے ایمان و دین سے بے نیاز ہو کر یہ فتویٰ صادر فرما رہے تھے کہ واردھا آشرم کے مہاتما اور آنند بھون کے پنڈت بروئے شریعت ہمارے سیاسی امام قرار پا سکتے ہیں کیونکہ سیاست کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں اسلام پرائیویٹ معاملہ ہے اور ملکی سیاسیات اور آزادی کی جدوجہد ہندوؤں' مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں پر مشتمل متحدہ قومیت کا مسئلہ''۔

(جون ۱۹۶۶ء' ص ۴۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''۱۹۳۸ء میں علامہ اقبالؒ کا انتقال ہو گیا تو مذہبی پیشوائیت نے اطمینان کا سانس لیا کہ اب خطرہ ٹل گیا ہے' لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح اسی شمع کا علمبردار تھا جسے فکرِ اقبال نے روشن کیا تھا' انہوں نے اس پکار کو برابر جاری رکھا کہ پاکستان میں نہ ملوکیت کو کسی قسم کا دخل ہو گا نہ وہاں مذہبی پیشوائیت بار پا سکے گی''۔

(جون ۱۹۶۷ء' ص ۱۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''جب مسٹر گاندھی نے ہندوستان میں عام سول نافرمانی کی تحریک شروع کی تو اس نے قائداعظم سے کہا کہ چونکہ ملک سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے مسئلہ میں وہ بھی متفق ہیں اس لئے وہ اس تحریک میں ان کا ساتھ دیں' قائداعظمؒ نے اس کے جواب میں ان سے کہا تھا کہ گاندھی جی! قوم کو قانون کی اطاعت سکھایئے' سرکشی اور نافرمانی کا سبق نہ پڑھایئے' اسے آپ نے نافرمانی کا عادی بنا دیا تو آج یہ انگریزی قانون کی

نافرمانی کرے گی اور کل کو (جب آپ کی حکومت قائم ہو گی تو) آپ کے احکام کی بھی نافرمانی کرے گی''۔

(فروری ۱۹۶۹ء ص ۲۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ملت اسلامیہ کے مجاہد اعظم محمد علی جناح نے دس سال تک مسلسل لڑائی لڑی اور ہندو اور انگریزوں کے علاوہ خود نیشنلسٹ مسلمانوں' جمعیت العلماء' جمعیت انصار' سرحد کے سرخ پوش' مجلس احرار نیز جماعت اسلامی اور یونینسٹ پارٹی کی مسلسل مخالفت کے علی الرغم پاکستان حاصل کر لیا''۔

(طلوع اسلام مارچ ۱۹۶۹ء ص ۶۵)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''سرسید و اقبالؒ کی مساعی جمیلہ کے بعد جو عظمت آفریں شخصیت ہمارے سفینۂ حیات کی ناخدائی کے لئے آگے بڑھی اور اسے ساحلِ مراد سے ہمکنار کر کے دم لیا وہ قائداعظم محمد علی جناح تھے۔ تاریخ شہادت دے گی کہ اس قائد جلیل کی شان قیادت نے اپنے تگ و تاز کے پورے دور میں ایک لمحہ کے لئے بھی جذباتی رجحان کی دلفریبیوں کا سہارا نہیں لیا۔ ہندو قوم تعلیم و ترقی اور فکر و شعور کی سنجیدگی میں مسلمانوں سے کس قدر آگے تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں گاندھی جی جیسی شہرۂ آفاق شخصیت کو اپنی لیڈرشپ کا سکہ جمانے کے لئے مہاتمائی روپ دھارنا پڑا۔ اور وہی انداز اختیار کرنے پڑے جو ہندو کے جذبات کو اپیل کر سکیں۔ لیکن کیسا حیرت انگیز ہے سیاسیات ہند کی تصویر کا یہ دوسرا رخ کہ جناحؒ مسلمانوں جیسی جذباتی قوم کی قیادت کے لئے میدان میں آئے اور انہوں نے قومی جذبات پر اثر انداز ہونے کے لئے اس قسم کا کوئی ادنیٰ کھیل کھیلنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ زندگی کے آخری سانس تک انہوں نے اس قسم کی دلفریب نمائشوں سے کلیتہً اجتناب کیا۔ یہی ہے جناحؒ کی عظمت کا وہ امتیازی نشان جسے ہم ان کے کمالات میں سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور یہی تھا ہماری فتح عظیم کا وہ حقیقی راز جو حصول پاکستان کا حقیقی امین قرار پائے گا''۔

(اپریل ۱۹۶۹ء ص ۳۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''سرسید' اقبال اور قائداعظم نے اس بدنصیب قوم کو جذبات پرستی کی تند آندھیوں اور مسلک تقلید کی گہری تاریکیوں سے نکال کر فکر و بصیرت کی روشنی میں سفر زندگی طے کرنے کے قابل بنایا تھا لیکن قوم کی بدنصیبی کی انتہا یہ تھی کہ حصول پاکستان کی فاتحانہ معرکہ آرائی کے بعد جب قیادت کا میدان خالی ہو گیا تو قوم کے جذبات سے کھیلنے والے مفاد پرست عناصر پھر آگے بڑھ آئے اور ہمارے سب سے بنیادی مسائل بھی جو انتہائی سنجیدہ فکر کے محتاج تھے' جذباتی رجحانات کے سپرد کر دیئے گئے اور اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے''۔

(اپریل ۱۹۶۹ء ص ۴۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس میں شبہ نہیں کہ قائداعظمؒ سے پہلے ملت اسلامیہ ہندیہ کے بہت سے مایہ ناز فرزندوں نے حصول آزادی کے لئے سرفروشانہ جدوجہد کی اور بے مثال قربانیوں کی یاد چھوڑی' ان سب کی عزت اور احترام ہمارے دل میں ہے لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ان کی جدوجہد کا منتہیٰ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے مظالم سے نجات دلانا یا زیادہ سے زیادہ ملک کو غیر ملکی فرمانرواؤں کی حکومت سے آزاد کرانا تھا' مسلمانان ہند کے لئے ایک آزاد' اسلامی مملکت کا قیام ان کے پیش نظر نہیں تھا''۔

(اکتوبر ۱۹۶۹ء ص ۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یہ سعادت صرف اس برصغیر کے مسلمانوں اور قائداعظم کی حقیقی انقلابی شخصیت کے حصے میں آئی تھی کہ انہوں نے ایجنٹا ایلورا' موہنجو دارو اور گندھارا کے بندھنوں سے لاتعلقی کا اعلان کر کے اسلام کو اپنی قومیت کا مدار قرار دیا' اسی اساس پر اپنی جنگ لڑی اور جیتی۔ اسلام کو عرب ملوکیت کی چھاپ سے آزاد کرا کے ایک زندہ و پائندہ حقیقت ثابت کرنے کا بیڑا اٹھایا''۔

(مارچ ۱۹۷۲ء ص ۵۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''۱۹۳۷ء میں جب قائداعظم علامہ اقبال کے اس تصور اسلام کو عملی پیکر میں متشکل کرنے کے لئے مصروف جدوجہد ہوئے تو انہوں نے ایک دن مجھے یاد فرمایا اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ تحریک جسے لے کر ہم اٹھے ہیں تمہارے لئے تقاضائے دین ہے۔ اس میں ہمارا مقابلہ تین محاذوں پر ہوگا' انگریز' ہندو اور نیشنلسٹ علماء جو''قال اللہ اور قال الرسول'' کے پردے میں اس تحریک کی مخالفت کریں گے' پہلے دونوں دشمنوں سے ہم نمٹ لیں گے' میں چاہتا ہوں کہ یہ تیسرا محاذ تم سنبھال لو''۔

(پرویز۔ طلوع اسلام ستمبر ۱۹۷۲ء ص ۱۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں نے ضروری سمجھا ہے کہ کم از کم اتنا تو بتا دیا جائے کہ قائداعظم اس باب میں کیا کہا کرتے تھے' مجھ پر یہ ذمہ داری ایک تو اس لئے عائد ہوتی ہے کہ جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا ہے۔ پاکستان کا تحفظ میرا جزو ایمان ہے اور دوسرے اس لئے کہ مجھے قریب دس سال تک قائداعظم کے قریب رہنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔ کل روز قیامت اگر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے سامنے میرے خلاف اس قسم کے الزامات تراشے جاتے تھے۔ میں اپنی مدافعت کے لئے وہاں موجود نہیں تھا تم ابھی زندہ تھے اور سب کچھ تمہارے علم میں بھی تھا' تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ حقیقت حال لوگوں پر واضح کر کے میری پوزیشن صاف کر دو' تو میں ان کے اس سوال کا جواب کیا دوں گا''۔

(پرویز۔ طلوع اسلام ستمبر ۱۹۷۲ء ص ۲۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ اک نالۂ دلدوز و وآہِ جگر سوز کے ساتھ پکاروں کہ

''قائداعظم آپ کہاں ہیں''؟

آیئے اور دیکھئے کہ آپ نے وہ متاع بے بہا جو آپ کے گریہ ہائے سحری اور فغانِ نیم شبی کا حاصل تھی' جن سپوتوں کے سپرد کی تھی انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے اور کیا کرنے کے ارادے باندھ رہے ہیں۔ سالارِ کارواں! تیرے قافلے کا یہ درماندہ راہی اس تیرہ و تار دشتِ کرب والم میں' تنہا مصروفِ نالہ و فغاں ہے' تو آ' اور کم از کم اس کے آنسوؤں کو اپنے دامن شفقت سے پونچھ دے! اس کا اتنا حق تو آپ پر ضرور ہے۔

کچھ نقش تری یاد کے باقی ہیں ابھی تک
دل بے سروساماں سہی ویراں تو نہیں ہے''۔

(پرویز۔ طلوع اسلام ستمبر ۱۹۷۲ء ص ۴۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''زیادہ حیرت افزا اور تعجب انگیز ہے وہ انقلاب جو محمد علی

جناح کی زندگی میں رونما ہوا' وہ نہ صرف یہ کہ عقیدۂ وطنیت پر نظری طور پر اعتقاد رکھتے تھے بلکہ عملاً بھی ان کا شمار کانگریس کے بلند ترین راہنماؤں میں ہوتا تھا' بمبئی کا ''جناح کانگریس ہال'' آج بھی ان کے عقیدۂ وطنیت کی یاد تازہ کراتا ہے۔ حیرت ہے کہ اقبال کی نگۂ دوررس نے کیسے بھانپ لیا کہ مسلمانوں کے لئے دوقومی نظریئے کی بناء پر ایک جداگانہ مملکت کا حصول اس شخص کے ہاتھوں ممکن ہوگا' جو اس قدر کٹر وطن پرست اور صف اول کا کانگریسی تھا اسے کہتے ہیں دیدہ وری اور مومنانہ فراست' قائداعظمؒ کے سوانحِ حیات کا مرتب ہیکٹر بولیتھو اس حقیقت کی پردہ کشائی کرتا ہے کہ اپنے قیام انگلستان کے دوران مسٹر جناح نے اقبال سے کئی ملاقاتیں کیں' وہ نہایت اچھے دوست تھے لیکن اس کے باوجود جناح نے اقبال کے دلائل کو فوری طور پر تسلیم نہ کیا' اس میں قریب دس سال کا عرصہ لگ گیا''۔

(طلوع اسلام' مئی ۱۹۷۳ء ص ۳۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''گاندھی جی کیا تھے؟ اس کے متعلق قائداعظم نے ایک فقرہ میں وہ کچھ کہہ دیا تھا جس کے لئے کتابوں کی کتابیں بھی کافی نہیں ہوسکتیں' بات یوں ہوئی کہ ایک دن گاندھی جی شو گرام آشرم میں اپنی کٹیا میں بیٹھے پرارتھنا میں محو تھے کہ ایک کونے سے ایک سانپ اندر آ گھسا۔ مہاتما جی خاموشی سے پرارتھنا میں مصروف رہے' اس نے کٹیا کا چکر کاٹا اور آہستہ سے باہر چلا گیا۔ ہندو اخبارات نے اسے مہاتما جی کی کرامت قرار دے کر بہت اچھالا' صبح کو یہ خبریں اخبارات میں شائع ہوئیں تو ایک اخبار کا رپورٹر قائداعظمؒ کے پاس گیا اور اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد ان سے پوچھا کہ آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ قائداعظمؒ نے سر ہلایا اور نہایت سنجیدگی سے کہا ''جی ہاں! پروفیشنل ایٹی کیٹ! یہ وہ ریمارکس ہیں جن کا بس لطف لیا جا سکتا ہے سمجھا یا نہیں جا سکتا''۔

(قائداعظم کے تصور کا پاکستان۔ تصنیف پرویزؒ صاحب)

☆☆☆☆☆☆☆

اقتباسات از طلوع اسلام' اکتوبر ۱۹۷۶ء

☆''امسال' کہ قوم اس رہبر فرزانہ کا صد سالہ جشن پیدائش منانے میں مصروف ہے' ایسے ایسے مضحکہ انگیز نکات سامنے لائے جا رہے ہیں جنہیں دیکھ کر سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے' حالانکہ یہ سوال کہ ہم نے پاکستان کیوں مانگا تھا۔ نہ کوئی معمہ ہے نہ بجھارت' یہ ایک صاف اور واضح حقیقت ہے کہ ہم نے پاکستان اس لئے مانگا تھا کہ یہ ہمارے دین کا تقاضا تھا' اسلام' ایک زندہ حقیقت اور عملی نظام حیات بننے کے لئے اپنی آزاد مملکت کا متقاضی ہے اور یہی تقاضا' مطالبہ پاکستان کی بنیاد ہے''۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆''بعض احباب نے کہا کہ اور کچھ نہیں تو جناحؒ صاحب سے کہا جائے کہ وہ کم از کم اپنے ''ٹوپ'' کو نیچے رکھ لیں تا کہ وہ نمایاں طور پر دکھائی نہ دے۔ اس جرأت مندانہ اقدام کے لئے قرعہ فال مجھ دیوانے پر پڑا' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مجھے قائداعظمؒ سے شرفِ نیاز حاصل تھا' وقت کی کمی اور جذبات کی تیزی کی وجہ سے میں نے بھی اس اقدام کی نزاکت پر غور نہ کیا اور آگے بڑھ کر قائداعظمؒ کے کان میں یہ بات کہی۔ انہوں نے اسے سنا اور اگرچہ اس سے برافروختہ ہوئے لیکن اسی

سرگوشیانہ انداز سے مجھ سے کہا کیا تم لوگ مجھے ''مہاتما گاندھی'' بنا دینا چاہتے ہو' ویسے ممکن تھا کہ میں اس ٹوپی کو نیچے رکھ دیتا۔ لیکن اب ایسا کرنا منافقت ہوگی جس کی کم از کم مجھ سے توقع نہ رکھو''۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قائداعظمؒ کی سیاست کا یہ انتہائی باکمال کارنامہ ہے کہ انہوں نے یہ چومکھی لڑائی اس انداز سے لڑی کہ نہ کوئی ہنگامہ کھڑا کیا' نہ جلاؤ گھیراؤ کے فسادات برپا کئے' نہ شورشیں اٹھائیں' نہ اینٹ پتھر برسائے' صرف اپنے تدبر' فراست اور عظمتِ کردار سے یہ مہیب جنگ اس طرح جیت لی کہ تاریخ اس پر آج تک انگشت بدنداں ہے''۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس قدر جاں نثار اور رفاقت شعار بہن کو بھی انہوں نے کوئی عہدہ دینا تو ایک طرف' مسلم لیگ میں بھی کوئی منصب تفویض کرنا پسند نہ کیا کہ اس میں اقربا نوازی کا شائبہ ہوتا جس نے ہماری حیاتِ ملی کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ قائداعظمؒ کا کوئی بیٹا نہیں تھا' ایک بیٹی تھی۔ نہایت چہیتی بیوی کی۔ چہیتی یادگار بیٹی۔ لیکن جب اس نے (ننھیال کے اثرات کے تحت جہاں اس نے پرورش پائی تھی) ایک غیر مسلم سے شادی کر لی تو قائداعظمؒ نے کہہ دیا کہ وہ اس کا منہ نہیں دیکھنا چاہتے اور جیتے جی انہوں نے اس کا منہ نہیں دیکھا''۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یہ راز' راز ہی رہتا اگر اسے' لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ذاتی ڈائری کے اوراق افشا نہ کرتے' یہ ڈائری حال ہی میں (فریڈم ایٹ مڈنائٹ) نامی کتاب میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اپنی تیزی سے گرتی جانے والی صحت کے متعلق قائداعظمؒ نے اپنے ذاتی ڈاکٹر (جو پارسی تھا) سے مشورہ کیا۔ اس نے ''ایکس رے'' لے کر کہا کہ آپ کے دونوں پھیپھڑے بری طرح دق آلود ہو چکے ہیں اگر آپ نے کامل آرام اور سکون اختیار نہ کیا تو آپ زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکیں گے' آپ کو معلوم ہے کہ اس پر قائداعظمؒ نے کیا کہا؟ انہوں نے ڈاکٹر سے کہا کہ نہ اس ایکسرے کو کسی کے سامنے آنا چاہئے اور نہ ہی اس بات کا تذکرہ تمہاری زبان پر' چنانچہ ایکسرے کی وہ فلم بھی سربمہر ہوگئی اور ڈاکٹر اور مریض کے لب بھی سل گئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس راز کو سربمہر رکھنے سے مقصد کیا تھا؟ اسے' اس کتاب کے مصنفین کی زبان سے سنئے' انہوں نے لکھا ہے کہ اگر ماؤنٹ بیٹن' جواہر لال نہرو یا مہاتما گاندھی' اپریل ۱۹۴۷ء میں اس سربمہر راز سے واقف ہو جاتے تو تقسیم ہند کا حادثہ کبھی رونما نہ ہوتا''۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قائداعظمؒ کو ہم نوا بنانے (بلکہ یوں کہئے کہ خریدنے کے لئے) برطانیہ کے وزیراعظم لارڈ رمزے میکڈانلڈ نے انہیں ذاتی ملاقات میں کہا کہ اگر سنہا ایک صوبے کا گورنر بن سکتا ہے تو کوئی اور بھی بن سکتا ہے۔ اگر سنہا لارڈ کا خطاب حاصل کر سکتا ہے تو کوئی اور بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اس نے سمجھا کہ صوبے کی گورنری یا لارڈ کا خطاب اتنی بیش بہا قیمت ہے' جس کے عوض کسی ہندوستانی کو بھی آسانی سے خریدا جا سکتا ہے۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ اس کے جواب میں قائداعظم نے کیا کہا۔ انہوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا اور خاموشی سے وزیراعظم کے کمرے سے باہر نکلنے لگے اس پر رمزے میکڈانلڈ بے حد متعجب ہوا اور

قائداعظم سے' الوداعی الفاظ کہنے کے ساتھ' یہ پوچھ ہی لیا کہ آپ کا ایسا ردعمل کیوں ہے؟ قائداعظمؒ نے اس کے جواب میں انتہائی متانت سے کہا کہ: اب میں آپ سے آئندہ کبھی نہیں ملوں گا کیونکہ آپ مجھے بکاؤ مال سمجھتے ہیں''۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆''عام طور پر تاثر یہ ہے کہ وہ ایک حارو یابس قسم کے قانون دان اور منطقی مزاج انسان تھے جن میں حس لطیف کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ یہ صحیح نہیں۔ ان کی شخصیت' علامہ اقبالؒ کے اس مثالی کردار کی زندہ پیکر تھی' جس کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ: ؎

تنے پیدا کن از مشتِ غبارے
تنے محکم تر از سنگیں حصارے
درون او دل درد آشنائے
چو جوئے در کنارِ کوہسارے

ان کے آہنی پیکر میں قلبِ سلیم بریشم کی طرح نرم تھا اور پھول کی طرح شگفتہ تھا''۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اکثر لوگوں کو اس پر تعجب ہوتا ہے کہ میری اور قائداعظمؒ کی پوزیشن میں اس قدر بعد کے باوجود' وہ کونسی بات تھی جس کی وجہ سے مجھے ان سے اس قدر قرب حاصل تھا۔ میرے اس زمانے کے قریبی احباب تو اس راز سے واقف تھے لیکن میں نے خود اس کا ذکر بہت کم کیا ہے' میرے اس قرب کی وجہ تھی ان کا قرآنی ذوق' مجھے اسکی اجازت تھی کہ میں پہلے سے وقت لئے بغیر' ان کی فرصت کے اوقات میں حاضر خدمت ہو جایا کروں' میں جب بھی حاضر ہوتا پیش آمدہ اہم معاملہ کے بعد' قرآن کریم کے کسی نہ کسی اہم مقام پر بات شروع ہو جاتی' میں نے ان جیسا ذکی الفہم انسان بہت کم دیکھا ہے' ان کی کیفیت یہ تھی کہ خارے دیدو احوالِ چمن گفت ذرا سے نکتہ سے پوری کی پوری بات فوراً سمجھ لیتے تھے یہ غالباً ۱۹۴۷ء کا ذکر ہے کہ ایک نشست میں میں نے قرآن مجید کے کسی مقام کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرمﷺ کی ساری عمر (شریف) اپنے مقصد کے حصول میں جانکاہ مشقتیں اٹھاتے۔۔۔گزر گئی' ایسا نظر آتا ہے کہ کسی وقت حضورؐ کے قلبِ مطہر میں یہ حسین ومعصوم سی آرزو ابھری کہ بارالہا! میں اپنے مقصد کو اپنی آنکھوں کے سامنے حاصل ہوتے دیکھ سکوں گا یا میری زندگی اسی تگ وتاز میں گذر جائے گی؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب یہ ملا کہ ان ما نرینک بعض الذی نعدھم اونتو فینک۔ فانما علیک البلاغ و علینا الحساب (۱۳/۴) جو کچھ تمہارے پروگرام کے مخالفین سے کہا جا رہا ہے' وہ تیری زندگی میں تیرے سامنے آجائے یا اس سے پہلے ہی تیری وفات ہو جائے' اس سے تجھے کچھ سروکار نہیں' تیرا کام اس پیغام کو عام کئے جانا ہے یہ دیکھنا ہمارا کام ہے کہ ہمارے قانون مکافات کے مطابق اس کا نتیجہ کب سامنے آتا ہے؟

میں رواروی میں یہ کچھ کہہ تو گیا لیکن میں نے دیکھا کہ ان کے چہرے پر افسردگی سی چھا گئی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے (ان کی آنکھوں میں آنسو' بہت کم لوگوں نے دیکھے ہوں گے!) یہ دیکھ کر میرا کلیجہ دھک سے رہ گیا میں نے پوچھا کہ آپ پر یہ کیفیت کیوں طاری ہوگئی' فرمایا کہ میں نے

سوچا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم ہستیؐ کے لئے بھی ذراسی رعایت روانہیں رکھی اور صاف کہہ دیا کہ یہ ہمارے قانون کے مطابق واقع ہوگا' خواہ تمہاری زندگی میں ہو اور خواہ اس کے بعد۔ تو ہم کس باغ کی مولی ہیں وہ ہماری خاطر اپنے قانون میں کیوں رعایت برتنے لگا' اس لئے معلوم نہیں کہ ہم اپنی آنکھوں سے پاکستان بنتے دیکھ سکیں گے یا نہیں؟ اس پر مجھے احساس ہوا کہ مجھ سے نادانستہ کیا غلطی ہوگئی' میرے مضراب نے ان کے کس تارِ رگِ جان کو چھیڑ دیا؟ میں نے اس احساس کی شدت کو کم کرنے کے لئے کہا کہ نہیں حضورؐ کے مقصد کا حصول حضورؐ کی حیاتِ طیبہ ہی میں ہوگیا تھا' فرمایا کہ یہ الگ بات ہے لیکن خدا نے اپنے قانون میں تو کوئی رعایت نہیں برتی تھی۔ یہ کہہ کر وہ پھر ایک گہری سوچ میں ڈوب گئے' اس وقت تو مجھے اس کا علم و احساس نہیں تھا لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ اس گہری سوچ میں ان کے پیش نظر (شاید) اپنے پارسی معالج کے سیف میں محفوظ رکھا ہوا ایکسرے ہوگا جس کا تذکرہ اب ماؤنٹ بیٹن نے کیا ہے' میں رخصت ہونے لگا تو فرمایا کہ عزیزم! جو کچھ میں نے کہا ہے اس سے کوئی غلط مفہوم نہ لے لینا' قانونِ خداوندی کے بے لچک ہونے کے ساتھ ہمیں اپنے سامنے اسوۂ رسول اللہ رکھنا چاہئے' حضورﷺ نے اس جواب ملنے کے بعد اپنی تگ و تاز میں کسی قسم کی کمی نہیں کردی تھی' ہمیں بھی اپنی جدوجہد بدستور رکھنی چاہئے اور نتیجہ کا انتظار خدا کے قانون کے مطابق کرنا چاہئے۔ ہمیں بھی اپنے مقصد کی صداقت پر یقین محکم ہے' اعلان پاکستان کے بعد جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے اس عدیم النظیر کامیابی پر ہدیۂ تبریک پیش کرنے کے بعد' مندرجہ بالا واقعہ کی یاد دلائی' تو ہنس کر فرمایا کہ نبی اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ نے بات بنادی۔ ورنہ خدا کا جواب تو بڑا روکھا پھیکا تھا'' یہ تھی قائداعظمؒ کے قلبِ سلیم کی ایک مثال''۔

قائداعظم اپنوں اور غیروں کی نظر میں

☆☆☆

☆''میں بڑی مدت سے مسٹر جناح کو جانتی ہوں' ان کے بارے میں خواہ کوئی رائے بھی قائم کی جائے لیکن میں یہ پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ ان کو کسی قیمت پر بھی خریدا نہیں جا سکتا''۔

(بلبلِ ہند مسز سروجنی نائیڈو)
(طلوعِ اسلام' اکتوبر ۱۹۶۰ء' ص ۵۱)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہندوستان میں آپ ہی کی ذات ایسی ہے جس سے قوم کو یہ امیدیں وابستہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ مستقبل میں جو سیلاب آنے کا خدشہ ہے اس میں صرف آپ ہی ملت کی صحیح راہنمائی کر سکیں گے''۔

(علامہ اقبال کا مکتوب قائداعظم کے نام۔ ۱۱ جون ۱۹۳۷ء)
(طلوعِ اسلام' ستمبر ۱۹۶۰ء' ص ۵۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم لیگ ایک عظیم المرتبت آرگنائزیشن ہے' اس کا صدر (قائداعظمؒ) ایک وقت میں کانگریس کا پرجوش حامی تھا اور اس سے ہماری بہترین امیدیں وابستہ تھیں لارڈ ولنگٹن سے اس کی معرکہ آرائیاں کبھی فراموش نہیں کی جا سکتیں''۔

(اعتراف مسٹر گاندھی' ہریجن' ۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء)
(طلوعِ اسلام' اکتوبر ۱۹۶۰ء' ص ۴۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہندوستان کو جب بھی آزادی نصیب ہوئی وہ جناح ہی کے دماغ کی بدولت ہوگی''۔

(حیات محمد علی۔ گوپال کرشن گوکھلے)
(طلوعِ اسلام' اکتوبر ۱۹۶۰ء' ص ۴۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسٹر جناح بے حد پرکشش انسان ہیں' ایک مقناطیسی کشش' ان کی آواز میں صداقت اور خلوص کی ایسی قوت کارفرما نظر آتی ہے جو میں نے بہت کم زعماء میں دیکھی ہے۔ بہت ہی کم زعماء ہیں۔ میں عصر حاضر کے اکثر زعماء سے ملا ہوں لیکن اپنے مافی الضمیر کے اظہار کی جتنی کاملانہ قدرت قائداعظم کو حاصل ہے کسی دوسرے میں نظر نہیں آتی''۔

(سلطان شہریار۔ سابق وزیراعظم انڈونیشیا)
(طلوعِ اسلام' ستمبر ۱۹۷۵ء' ص ۲۵)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''وہی ایک لیڈر ہے جس نے ہمیشہ صداقتوں کو بے نقاب کیا''۔

(مقالہ افتتاحیہ اسٹیٹسمین' ۱۲ جولائی ۱۹۴۰ء)
(طلوعِ اسلام' جنوری ۱۹۶۶ء' ص ۴۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''دراز قد' چھریرا بدن' وضعدار' سلک سوٹ زیب تن کئے ہوئے اور یک چشمی عینک لگی ہوئی' ایک سفید کالر گلے میں جسے وہ شدید گرمیوں میں استعمال کرنے کا عادی ہے' وہ شرفائے ہسپانیہ کی طرح نظر آتا ہے۔ سیاسی مسلک میں کہنہ مشق مدبر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی باعظمت شخصیت سینٹ جیمز کلب میں رونق افروز' کوئی لطیف سا مشروب نوشِ جاں کر رہی اور جریدہ ''لی ٹیمز'' کے مطالعہ میں مصروف ہو''۔

(بیورلے نکلسن' ورڈکٹ آف انڈیا)
(طلوعِ اسلام' ستمبر ۱۹۷۵ء' ص ۱۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''جناحؒ کی شخصیت بھی بڑی نمایاں اور ممتاز تھی۔ چٹان کی طرح اپنے مقام پر محکم اور سخت' اور اس کے ساتھ انتہائی درجہ کا ٹھنڈے دل و دماغ کا انسان۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ تم اس کے سینے کی گہرائیوں میں اتر سکو۔ نہایت ذہین و فطین' وہ

میرے دلائل کو نہایت آسانی سے سمجھ جاتا لیکن اس کے بعد ایسا محسوس ہوتا جیسے اس نے اپنے اور میرے درمیان کوئی پردہ لٹکا دیا ہو۔ وہ تمام دلائل کو ایک طرف رکھ دیتا اور میں ان کے جواب کے لئے اس کے دماغ میں ذرا سا تحرک پیدا کرنے میں بھی ناکام رہتا۔ میں اسے اس کے مقام سے ذرا سا بھی سرکا نہ سکتا''۔

(لارڈ ماؤنٹ بیٹن)

(طلوع اسلام' اکتوبر ۱۹۷۶ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ایک صاف ستھرا' انتہائی باسلیقہ نوجوان جس کی چال ڈھال دل پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ گفتگو میں منطقی' داؤ پیچ کا زبردست ماہر۔ اپنی بات کو سولہ آنے منوانے کا مدعی' وہ اپنی رائے میں کسی ترمیم کا روادار نہیں۔ اگر اس کی پوری بات نہ مانی جائے تو آدھی بات ماننے پر کبھی راضی نہیں ہوگا۔ میں اس سے باتیں کر کے ہار گیا' لارڈ چمسفورڈ نے اس سے بحث کرنے کی کوشش کی' لیکن جناحؒ کی قوت استدلال نے اسے پوری طرح الجھا کر چاروں شانے چت گرا دیا۔ وہ ایک انتہائی ذہین شخصیت کا مالک ہے۔ اس سے بڑھ کر حقوق کی پامالی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جناحؒ جیسے انسان کو بھی نظامِ مملکت میں دخل حاصل نہ ہو''۔

(مانٹیگو۔۱۹۱۸ء)

(طلوع اسلام' اکتوبر ۱۹۷۶ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''انہوں نے اپنی ذات کو ایک بہترین نمونہ پیش کر کے اپنے اس دعوے کو ثابت کر دیا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ان میں وہ ذہنی لچک نہیں تھی جو انگریز کے نزدیک ہندوستانیوں کا خاصہ ہے۔ ان کے تمام خیالات ہیرے کی طرح قیمتی' واضح اور بین ہوتے تھے' ان کے دلائل میں ہندو لیڈروں جیسی حیلہ سازی نہ تھی بلکہ وہ جس نقطۂ نظر کو ہدف بناتے تھے اس پر براہ راست نشانہ باندھ کر وار کرتے تھے' وہ ایک ناقابلِ تسخیر حریف تھے''۔

(لندن ٹائمز' وفات قائد اعظم پر اظہار)

(طلوع اسلام' ستمبر ۱۹۶۰ء' ص ۵۸)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں نے بیس (۲۰) سال پہلے پاکستان کی حمایت میں قلم اٹھایا تھا اور ایک دنیا میری مخالف ہوئی' لیکن میں نے پاکستان کی حمایت میں جو کچھ لکھا تھا اس کی صداقت پر مجھے اس لئے یقین تھا کہ میں جناحؒ صاحب کو جانتا تھا اور آج اگر پاکستان کی نئی نسل کے دلوں میں پاکستان کی محبت کم ہو رہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نسل جناحؒ سے واقف نہیں''۔

(بیورلے نکلسن کا ایک حالیہ اعتراف)

(طلوع اسلام' فروری ۱۹۶۳ء' ص ۳۳)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''کوئی شخص اگر ''میموریل'' کا مستحق ہے تو وہ صرف مسٹر جناح ہیں۔ جن کی بلند حوصلگی اور بے خوف قیادت نے قومی زندگی میں حقیقتاً نئے دور کا آغاز کر دیا ہے۔ مسٹر جناح کے عزم صمیم میں ہمارے مرحوم لیڈروں' دادا بھائی نوروجی اور گوپال کرشن گوکھلے کی روح جلوہ گر نظر آتی ہے...... انہوں نے عوام کے حقوق کی راہنمائی کی ہے اور ایک عظیم المرتبت محبِّ وطن کی حیثیت سے' ان کا نام ہمیشہ ہمارے دلوں میں تر و تازہ رہے گا...... مسٹر جناح ہر اعتبار سے ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں اور ایک میموریل کے بجا طور پر مستحق ہیں''۔

(مسٹر پی۔ ڈی لام کی اپیل)

(عظمت کردار کا گوہر تابدار' ص ۷' دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قائداعظمؒ کے بڑے سے بڑے سیاسی حریف نے بھی کبھی ان کے خلاف، بد دیانتی یا مفاد پرستی کا الزام عائد نہیں کیا تھا۔ انہیں کوئی شخص، کسی قیمت پر بھی خرید نہیں سکتا تھا۔ نہ ہی وہ مرغ بادنما تھے جو شہرت عطا کرنے والی ہواؤں کے ساتھ اپنا رخ کردار بدل لیتے یا وقتی مفادات کی خاطر اپنے سیاسی اصولوں میں تبدیلی کرتے۔ وہ اصولوں کی پابندی میں چٹان کی طرح سخت اور بلند ترین۔عزتِ نفس وحمیت کے پیکر تھے''۔

(ایچ۔وی۔ہاڈسن)

(عظمت کردار کا گوہر تابدار، ص ۱۳، دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم لیگ کے بدترین دشمن بھی مسٹر جناح کی لیڈرشپ (قیادت) کو رشک کی نگاہوں سے دیکھنے پر مجبور ہوں گے۔ لیگ نے پچھلے ہفتہ جو عظیم انقلابی فیصلہ کیا ہے اس سے ہمارے دلوں میں بے ساختہ یہ آرزو ابھرتی ہے کہ کاش! انڈین نیشنل کانگریس میں جناحؒ جیسے مسلم الثبوت تدبر کا ماہر کوئی ایک لیڈر ہوتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسٹر جناحؒ کے اس ایک فیصلے نے، انگریز اور کانگریس دونوں کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے، اور اس عامیانہ الزام کی دھجیاں بکھیر دی ہیں کہ مسلم لیگ برطانوی استعمار کی پروردہ جماعت ہے''۔

(مشہور کانگریسی ہفتہ وار اخبار (Blitz) کا اعتراف)

(اصفہانی، ص ۱۸۸، عظمت کردار کا گوہر تابدار، ص ۲۰، دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ان کی گذشتہ عظیم الشان خدمات، سچی حب الوطنی اور جذبۂ حریت ایسی صفات ہیں جو نہ تو کسی سفارش کی محتاج ہیں اور نہ کوئی شخص ان کی عظمت کو کم کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔ علاوہ بریں جناحؒ کے ناقابلِ تسخیر جذبۂ جہاد نے باقی شہریوں کے مقابلہ میں انہیں بہت بڑا امتیازی مقام عطا کردیا ہے''۔

(بمبئی کرانیکل)

(عظمت کردار کا گوہر تابدار، ص ۹، دوسرا ایڈیشن)

محبتِ رسولِ اکرم ﷺ اور قائد اعظمؒ

☆ ''میں نے بالآخر (Lincoln's Inn) میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔ یہ اس لئے کہ اس کے بڑے دروازہ پر دنیا کے ممتاز ترین مقننین کی جو فہرست کندہ تھی اس میں نبی اکرمؐ کا اسمِ گرامی بھی شامل تھا''۔

(Hector Bolitho-Jinnah. p-9)

(عظمت کردار کا گوہر تابدار، ص ۲۷، دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''آج ہم یہاں دنیا کی عظیم ترین ہستیؐ کو نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ کی عزت و تکریم کروڑوں عام مسلمان ہی نہیں کرتے بلکہ دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں آپ ﷺ کی بارگاہ میں سر جھکاتی ہیں۔ میں ایک عاجز ترین۔ انتہائی خاکسار بندۂ ناچیز ایسی عظیم بلکہ عظیموں کی بھی عظیم ترین ہستیؐ کو بھلا کیا اور کیسے نذرانۂ عقیدت پیش کر سکتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ عظیم مصلح تھے، عظیم رہنما تھے، عظیم واضع قوانین تھے، عظیم سیاستدان تھے عظیم حکمران تھے''۔

(جشن میلاد النبیؐ بار ایسوسی ایشن، ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء)

(عظمت کردار کا گوہر تابدار، ص ۲۹، دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی پہلی مجلسِ دستور ساز سے خطاب کرتے ہوئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ناصحانہ انداز میں کہا کہ مجھے امید ہے کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں سے اسی قسم کا رواداری اور حسن سلوک کا ثبوت دیا جائے گا جیسا شہنشاہِ اکبر نے روا رکھا تھا۔ یہ سن کر قائد اعظمؒ نے جھٹ سے جواب دیا کہ

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کے لئے ہمیں کسی اکبر کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے سامنے ہمارے رسول مقبول ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے جنہوں نے عیسائی اور یہودی اقلیتوں سے ایسی کشادہ ظرفی کا برتاؤ کیا تھا جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملے گی۔ ہم اس رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کریں گے''۔

(عظمت کردار کا گوہر تابدار، ص ۲۹، دوسرا ایڈیشن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قائداعظمؒ کا خط گاندھی کے نام

حصولِ پاکستان کے بعد، قوم، مالِ غنیمت (نہیں بلکہ مالِ فے) کی تقسیم میں اس قدر جذب ہوگئی کہ اسے اپنے پرائے سب بھول گئے۔ (''مالِ فے'' اسے کہتے ہیں جو دشمن سے جنگ کئے بغیر ہاتھ آجائے)۔ حتیٰ کہ یہ اقبالؒ کو بھی بھول گئی جس نے پاکستان کا تصور دیا تھا اور جناح کو بھی، جس نے اس تصور کی عملی تشکیل کی۔ اقبال کا نام کبھی کبھار ریڈیو پاکستان سے طبلہ کی تھاپ کے ساتھ سنائی دیتا ہے۔ باقی رہا جناح، سو اس کی یاد تازہ کرنے کا صرف یہ طریقہ رہ گیا ہے کہ جب کسی کو اپنے کسی مقصد کے لئے ضرورت پڑتی ہے تو وہ قائداعظم کا کوئی ایسا قول دہرا دیتا ہے جو اس کے مفید مطلب ہو۔ واضح رہے کہ ہمارے نزدیک نہ اقبال کی ہر بات سند ہے۔ نہ قائداعظم کی۔ نہ کسی اور انسان کی۔ سندِ مطلق صرف خدا کی کتاب ہے۔ لیکن اپنے محسنوں کی ان خوبیوں کو یاد نہ کرنا جن کی بناء پر انہوں نے ہمارے لئے اتنا کچھ کیا تھا، اپنے ناخلف ہونے کا ثبوت دینا ہے۔ آج کی نشست میں ہم محترم قائداعظم کی ایک ایسی خصوصیت کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس کا شہرہ دور دور تک تھا اور جس کی وجہ سے انہیں عصر حاضر کے سیاسی راہ نماؤں میں بلند مقام حاصل تھا۔ وہ خصوصیت تھی ان کی صاف گوئی۔ جرأت اور بے باکی۔ لگی لپٹی بغیر سیدھی سیدھی بات کہہ دینا۔

قائداعظم اگرچہ کوئی سکالر نہیں تھے لیکن انہیں انگریزی زبان پر جس قدر عبور تھا وہ ان کی تقاریر، بیانات، پیغامات اور خطابات سے ظاہر ہے۔ ان کی تقریر اور تحریر دونوں فی البدیہہ (Ex-Tempore) ہوتی تھیں۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے صدارتی خطابات بھی۔ لیکن ان سب میں ان کا خاص انداز ہر جگہ نمایاں ہوتا تھا۔ یہ انداز ان کے خطوط میں اور بھی ابھر کر سامنے آجاتا تھا۔ اور جب مخاطب مسٹر گاندھی ہوتے تو یہ چیز اپنی انتہا تک پہنچ جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ محترم قائداعظم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے گاندھوی طلسم کو اس طرح توڑا کہ ساری دنیا نے اسے بے نقاب دیکھ لیا۔ گاندھی جی جس انداز مہاتمائی سے اٹھے اور بڑھے تھے، اگر قائداعظم مرحوم کی عقابی نگاہیں اسے نہ بھانپتیں اور ان کا جرأت آموز اور صداقت آمیز تدبر اس کا راستہ نہ روکتا، تو اس وقت مسلمانوں کا جو حشر ہوتا اس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ قوم کی آنے والی نسلوں کو اس نبرد آزمائی کی حقیقت سے باخبر رکھنے کے لئے، ہمارے نزدیک ضروری ہے کہ

''گاندھی۔ جناح'' کی پوری خط وکتابت' ضروری حواشی کے ساتھ' مستند طریق سے شائع کی جائے۔ یہ بڑا دلچسپ' سبق آموز اور دیدہ کشا مجموعہ ہوگا۔ ہم ذیل میں اس مجموعہ میں سے صرف ایک خط نمونۃً پیش کرتے ہیں اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس خط وکتابت کا انداز کیا تھا اور محترم قائداعظم کا مقام کیا؟ یہ خط جنوری 1940ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس وقت مسٹر گاندھی کی یہ پوزیشن تھی کہ ان کے ایک اشارے پر تیس کروڑ ہندو اور نیشنلسٹ مسلمان) انگریزوں جیسی طاقت کے مقابلہ میں آمادۂ بغاوت ہو جاتے تھے۔ دوسری طرف قائداعظم اگرچہ مسلم لیگ کے صدر تھے لیکن اس مسلم لیگ کی حالت' خود ان کے الفاظ میں اس سے زیادہ نہ تھی کہ۔

مسلم لیگ نام ہے تمہارے صدر

اور اس کے ایک اٹاچی کیس کا۔!

اس سے آپ اندازہ لگایئے کہ قائداعظم کا مدمقابل کون تھا اور ان کا ٹکراؤ کس بے پناہ قوت کے ساتھ تھا۔ اس کے بعد یہ دیکھئے کہ اتنی بڑی بے پناہ قوت کے حامل ''مہاتما گاندھی'' کو قائداعظم کس انداز سے جواب دیا کرتے تھے۔ سوچئے کہ ایسا جواب دینے کے لئے کس قدر صداقت' جرأت اور بے باکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے اچھی طرح یاد رکھئے کہ قائداعظم وضع اور سلیقہ کے اس قدر پابند تھے کہ بدتمیزی یا ناشائستگی کا ایک لفظ بھی ان کی زبان سے نہیں نکلا کرتا تھا۔ لہٰذا جس بات کو آپ درجِ ذیل خط میں دیکھیں گے وہ جرأت اور بیباکی ہے' بدتمیزی اور بدسلیقگی نہیں۔ اس کے ساتھ ہی شگفتگی اور تبسم زیرلبی بھی! ہم اس خط کو اس لئے شائع کر رہے ہیں کہ

(1) ہمارے ارباب حل وعقد جو 56 سالوں سے ہندو قیادت کے ساتھ مختلف فیہ معاملات پر گفت وشنید کر رہے ہیں' انہیں معلوم ہو جائے کہ ہندو کونسی زبان سمجھا کرتا ہے۔ اور

(2) آج جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ مذہب کا رشتہ نہایت کمزور رشتہ ہے اور قومیت کی تشکیل اشتراک وطن کی بنا پر ہوتی ہے نہ کہ وحدت مذہب کی بنا پر' انہیں (اگر خدا و رسول کے ارشادات سے کچھ دلچسپی نہیں تو کم ازکم وہ) یہی دیکھ لیں کہ قائداعظم کا اس باب میں کیا خیال تھا اور ان کے نزدیک انسانی زندگی میں مذہب کی صحیح پوزیشن کیا تھی۔ (ان باتوں کا حقیقی لطف تو خط کی اصل زبان' انگریزی ہی سے مل سکتا ہے۔ بایں ہمہ' ہم کوشش کریں گے کہ اس کے آزاد ترجمہ میں اس کا کچھ نہ کچھ انداز آ جائے) خط یہ ہے۔

ڈیئر مسٹر گاندھی

مجھے آپ کا خط ملا اور اس مضمون کی نقل بھی جسے آپ نے ہریجن میں بغرض اشاعت بھیجا ہے۔ میں نہ صرف آپ کے اس حسنِ اخلاق کے لئے سپاس گذار ہوں بلکہ اس تشویش کے لئے بھی جو آپ کو میرے اس مقصد کے آگے بڑھانے کے سلسلہ میں لاحق ہو رہی ہے' جسے آپ میرے پیغامات اور تگ وتاز میں محسوس کر رہے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے وہ تمام مفروضے غلط ہیں (جن پر آپ اپنی منطق کی عمارت استوار کر رہے ہیں)۔ آپ آغاز سخن ''ہندوستانی قوم'' (انڈین نیشن) کے نظریہ سے کرتے ہیں جس کا کہیں وجود ہی نہیں۔ ظاہر ہے کہ جب آپ کی منطق کی خشتِ اول ہی ٹیڑھی ہے تو اس پر اٹھائی ہوئی دیوار کس طرح سیدھی ہو سکتی ہے؟ لہٰذا اس غلط مفروضہ سے آپ جن نتائج تک پہنچیں گے وہ سب غلط ہوں گے۔ مجھے اتنا خیال

ضروری تھا کہ کم از کم آپ اخبارات کی یک طرفہ رپورٹوں اور ان کی افسانہ تراشیوں اور افترا پردازیوں سے بہک نہیں جائیں گے۔ لیکن آپ کے مضمون کا بیشتر حصہ بھی محض آپ کے تخیل کی خلاقی ہے۔ حقیقت پر مبنی نہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ آپ سیوا گاؤں کے بھورے میں تخلیہ کی زندگی بسر کرتے ہیں (اس لئے آپ کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ باہر کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے) اور دوسری وجہ یہ کہ آپ کے تمام خیالات اور حرکات آپ کی ''اندرونی آواز'' کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ آپ کو حقائق سے کچھ واسطہ ہی نہیں۔ یا یوں کہئے کہ اس چیز سے کچھ واسطہ نہیں جسے ایک عام فانی انسان ''عملی سیاسیات'' سے تعبیر کرتا ہے۔ مجھے تو کبھی کبھی اس پر تعجب ہوتا ہے کہ بالآخر آپ میں اور عملی سیاسیات میں کونسی بات مشترک ہے یا جمہوریت میں اور ایک ایسی سیاسی جماعت کے ڈکٹیٹر میں، جس کا وہ ''چار آنہ'' کا ممبر بھی نہیں؟ اس کی شاید وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک کانگریس اس قابل ہی نہیں کہ آپ اس کے ممبر بنیں۔ (آپ اسے اپنی کسر شان سمجھتے ہیں!)۔

مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ ''یوم نجات'' پر میرے ہدیۂ تہنیت نے آپ کو طلسم پیچ و تاب نہیں بنا دیا ''قائداعظم جناح زندہ باد'' کی خاموش دعا میں آپ کی شرکت، آپ کی شرافت کی دلیل ہے۔ اگرچہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں، لیکن بایں ہمہ، مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ آپ نے ''یوم نجات'' کے حقیقی مفہوم اور اس کی اہمیت کو محسوس کر لیا ہے۔[1]

یہ خبر درست ہے کہ بہت سے غیر کانگریسی ہندوؤں نے ہمارے مطالبہ کی صداقت اور ہمارے دعوے کے مبنی بر انصاف ہونے کی بناء پر ''یوم نجات'' پر ہم سے اظہار ہمدردی کیا ہے۔ نیز جسٹس پارٹی کے لیڈروں، اچھوت اقوام اور پارسیوں نے بھی، جنہوں نے کانگریسی راج کے ہاتھوں مصیبتیں اٹھائی تھیں۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ نے ان کے اس اظہار ہمدردی کو جو معنی پہنائے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس کے صحیح مفہوم کو سمجھے ہی نہیں۔ ان کا یہ عمل اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ مشترکہ مصیبتیں کس طرح اجنبیوں کو بھی ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہیں اور اس سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ باہمی مفاد کا اشتراک مسلمانوں اور اقلیتوں میں کس طرح اتحاد پیدا کر سکتا ہے۔ میں اس حقیقت کو ایک مرتبہ پھر دہرا دینا چاہتا ہوں اور اس باب میں مجھے نہ کسی قسم کا دھوکہ ہے نہ شک و شبہ۔ کہ نہ ہندوستان میں ایک قوم بستی ہے اور نہ ہی یہ ایک ملک ہے۔ یہ برصغیر مختلف اقوام کا مجموعہ ہے جن میں ہندو اور مسلمان دو بڑی بڑی قومیں ہیں۔ آج آپ اس سے انکار کرتے ہیں کہ قومیت کی تشکیل میں مذہب ایک بہت بڑا عنصر ہے۔ لیکن (آپ کو یاد ہوگا کہ) جب آپ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ زندگی میں آپ کا مقصود کیا ہے اور وہ قوتِ محرکہ کونسی ہے جو ہمیں آمادہ بہ عمل کرتی ہے۔ کیا وہ مذہب ہے۔ سیاست ہے۔ یا عمرانی (سوشل) اصلاح ہے۔۔۔ تو آپ نے کہا تھا کہ وہ خالص مذہبی جذبہ ہے۔ ایک مرتبہ میں ایک ایسے وفد کے ساتھ مسٹر مانٹیگو کے پاس گیا جو خالصۃً سیاسی تھا۔ مانٹیگو نے مجھ سے کہا کہ تم ایک سوشل ریفارمر ہو۔ تم اس سیاسی جمگھٹے میں کیسے شریک ہو گئے؟ میں نے جواب میں

---

[1] جب ہندوستان میں کانگریس نے وزارتوں سے استعفیٰ دیا تو سارے ملک میں مسلمانوں نے ''یوم نجات'' منایا کہ اللہ نے انہیں تنگ نظر ہندو کی حکومت سے نجات دلائی ہے۔ اس پر سارا ہندو پریس اور ہندو جاتی سٹپٹا اٹھی تھی۔

کہا کہ یہ بھی میرے سوشل کاموں کا ایک توسیعی گوشہ ہے۔ اگر میں تمام نوع انسانی کے دکھ درد میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اگر میں اپنے آپ کو ان میں کا ایک محسوس نہیں کرتا۔ تو میری زندگی قطعاً مذہبی زندگی نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا ناممکن ہے جب تک میں سیاسیات میں حصہ نہ لوں (لہٰذا مذہب اور سیاست دو الگ الگ شعبے نہیں ہیں) آج انسانی سعی وعمل کا دائرہ ایک قابل تقسیم وحدت بن چکا ہے۔ آپ تمدنی' معاشی' سیاسی اور خالص مذہبی امور کو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کر ہی نہیں سکتے۔ جس مذہب کو نوع انسانی کے معاملات سے واسطہ نہیں' میں اسے مذہب ہی تسلیم نہیں کرتا۔ مذہب' انسان کے ہر عمل کے لئے اخلاقی بنیاد مہیا کرتا ہے۔ اگر مذہب نہ ہو تو انسانی اعمال اس بنیاد سے محروم رہ جاتے ہیں اور جب زندگی ایسی بنیاد سے محروم رہ جائے تو وہ انسانی زندگی نہیں' محض غوغا آرائی اور ہنگامہ پروری بن کر رہ جاتی ہے۔ جن میں شور و شغب تو بہت ہوتا ہے لیکن مقصد کچھ نہیں۔

آج اس ملک میں آپ سے بہتر اور کوئی شخص ایسا نہیں جسے ہندوؤں کا اس قدر اعتماد حاصل ہو اور جو ان کے نمائندہ کی حیثیت سے' معاملات کا آخری فیصلہ کر سکے۔ ان حالات میں اگر آپ سے یہ توقع کی جائے کہ آپ سراب کے پیچھے لپکنے کے بجائے (دنیائے حقیقت کی طرف آئیں اور) جس کام کے آپ اہل ہیں اسے سرانجام دیں' تو میرا خیال ہے کہ یہ توقع کچھ زیادہ اور یہ امید موہوم نہیں قرار دی جانی چاہئے۔۔۔ حالات بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں اور واقعات برق رفتاری سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ آپ کی مناظرہ بازی۔ یا ہر ہفتہ ہریجن (اخبار) میں مابعد الطبیعیات' فلسفہ اور اخلاقیات پر اپدیش۔ یا چرخہ' کھدر اور اہمسا کے متعلق آپ کے انوکھے نظریات' ہندوستان کو آزادی نہیں دلا سکتے۔ عمل اور صحیح سیاسی تدبر ہی ہمارا قدم ہماری منزل مقصود کی طرف بڑھا سکتا ہے۔ میں نے یہ کچھ اس خیال سے کہا ہے کہ آپ شاید (حقائق کو سامنے رکھ کر) اپنی پوری توانائی اور استعداد کے ساتھ ملک کی بہبود کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور قدرت نے جو صلاحیتیں آپ کو دی ہیں انہیں اہلِ ملک کی مرفہ الحالی کے لئے صرف کریں۔

آپ کو اس سوال نے بڑا پریشان کر رکھا ہے کہ میرے نام کے ساتھ القاب کون سے استعمال کئے جائیں۔ آپ کی اس تشویش کا شکریہ' لیکن میں نہیں سمجھتا کہ القاب میں بالآخر رکھا کیا ہے؟ پھول کو کسی نام سے پکاریئے اس کی خوشبو میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ لہٰذا یہ معاملہ میں آپ پر ہی چھوڑتا ہوں۔ مجھے اس سے چنداں دلچسپی نہیں۔ اس پر البتہ تعجب ضرور ہے کہ آپ اس غم میں کیوں گھلے جا رہے ہیں؟ (برا نہ منایئے تو ایک بات عرض کروں!) آپ نے لکھا ہے کہ آپ موجودہ القاب ان آداب معاشرہ کے مطابق استعمال کر رہے ہیں جو آپ نے حکیم صاحب مرحوم سے سیکھے تھے۔ لیکن حیرت ہے کہ خود حکیم صاحب کی زندگی میں' اور ان کی وفات کے کافی عرصہ بعد تک بھی' آپ مجھے (حکیم صاحب کے سکھائے ہوئے القاب سے نہیں بلکہ) محض ''مسٹر'' کہہ کر پکارتے رہے۔ پھر مجھے ''شری'' کے لقب سے بھی یاد فرماتے رہے اور ان دونوں کے درمیان ''دوست'' کہہ کر بھی!

لیکن چھوڑیئے ان باتوں کو۔ القاب میں بالآخر کیا رکھا ہے۔؟

آپ کا مخلص

ایم۔اے۔جناح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سپاس نامہ

(مسلم لیگ کے مشہور اجلاس لاہور منعقدہ مارچ ۴۰ء میں قائداعظم کی خدمت میں
پیش کردہ سپاسنامہ منجانب ادارہ طلوع اسلام دہلی)

بشرف نظر!

شیر بیشۂ بیبا کی وحریت، ضیغمِ نیستانِ جرأت و بسالت، شاہین افلاکِ تدبر وسیاست، پروانہ شمع اخوت وحمیت، طرہ کلاہِ ملک و ملت، بطلِ جلیلِ ہندیاں و قائداعظمِ اسلامیاں عظمت مآب محترم المقام جناب محمد علی جناح مدظلہ العالی، **حریت نواز!**

ذرا تصور میں لایئے ایسے وقت کو کہ ایک وحشت انگیز ہولناک بیابان میں راہ گم کردہ مسافروں کا ایک بکھرا ہوا قافلہ نشان منزل سے مایوس ہو کر ضعفِ عزیمت سے پاشکستہ بیٹھ چکا ہو۔ ایک درماندہ راہرو کی صدائے دردناک جو آوازِ رحیل کا کام دے رہی تھی، فطرت کے اٹل قوانین کے ماتحت خاموش ہو چکی ہو، شام کا بھیانک سناٹا، سر پر منڈلانے والی شب تیرۂ و تار کی ہیبت انگیزیوں کا پیامِ جانکاہ دے رہا ہو، غاروں میں چھپے ہوئے درندوں کی پاؤں کی آہٹ موت کو قریب تر لاتی نظر آرہی ہو، درختوں کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے رہزنوں کی ریشہ دوانیاں دامن صحرا پر پھیلتے ہوئے اندھیرے کے ساتھ بڑھتی چلی آرہی ہوں، وہ لوگ جن کی قیادت وسیادت پر بھروسہ تھا، برادرانِ یوسف کی طرح اپنے قافلے کی گراں بہا متاع دوسروں کے ہاتھ بیچ ڈالنے کی فکر میں ہوں، غرض یہ کہ ہلاکت یقینی اور تباہی اٹل معلوم ہوتی ہو، افراد قافلہ میں سے جن کے دلوں میں اس الم انگیز کیفیت کا احساس ہو ان کی نگاہیں رہ رہ کر آسمان کی طرف اٹھ رہی ہوں کہ دور افق کے اس پار سے ایک شاہسوار رواں دواں، امیدوں کی ایک دنیا اپنے ساتھ لئے ان سوختہ سامانوں کی طرف بڑھتا چلا آئے۔ منتشر افرادِ کارواں کو پھر سے ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت دے اور اپنوں اور بیگانوں کی تیار کردہ ہلاکت و بربادی کی گھاٹیوں سے بچاتا ہوا انہیں کسی محفوظ مقام کی طرف لے جانے کی فکر کرے، اندازہ فرمایئے کہ جو قلبی کیفیت اس وقت ان راہ گم کردہ مسافروں کی ہوگی وہی حالت آج ملت اسلامیہ (ہندیہ) کی ہے، تحریک آزادی کے آغاز میں مسلمانوں کی عموماً حالت یہ تھی کہ یہ ریت کے ذروں کی طرح بکھرے پڑے تھے کہ تیز ہوا کا جھونکا آتا اور انہیں ادھر سے ادھر اڑا لے جاتا، پانی کی رو آتی اور انہیں اپنے ساتھ بہا لے جاتی، اس کاروانِ بے سالار کی متاعِ گراں بہا کو لوٹنے کے لئے چاروں طرف سے قوتیں ہجوم کر کے آرہی تھیں۔ غیر تو غیر خود اپنوں کی یہ حالت تھی کہ ان کی سحر طرازیاں اور افسوں سازیاں ملت بیضا کو خدائے طور سینا سے ہٹا کر گئو سالہ پرستی کی دعوت دیتی تھیں، غرض یہ کہ حالت یہ تھی کہ

''نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے تھے کسی مردِ راہ داں کے لئے''

قوم کی صحیح راہنمائی کرنے والے ایک ایک کر کے چل بسے تھے،

بزمِ ملت کی آخری شمع جس کی ضیاء پاشیوں سے لاکھوں آنکھیں پرنور تھیں ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کی صبح کو بجھ چکی تھی' اس کسمپرسی اور بے کسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ نے اس منتشر قافلے کی شیرازہ بندی کے لئے آپ کی ذاتِ گرامی کو چن لیا اور آپ کی نگہ دوررس نے اس قافلہ کو بتایا کہ ان کے گرد و پیش کس کس قسم کی خطرناک گھاٹیاں موجود ہیں' وہ گھاٹیاں کہ جن میں کہیں ''متحدہ قومیت'' کے دام ہمرنگ زمیں میں کبوتر حرم کو پھانسنے کی تجویزیں ہورہی تھیں کہیں کسی منبر سے یہ آواز آرہی تھی کہ قومیتیں مذہب سے نہیں اوطان سے بنتی ہیں' اور یوں اس طائر لاہوتی کے بال و پر کو غبار آلودۂ ارض و یوم بنا کر امت رسول کافتہ الناس کو جغرافیائی حدود کی آب و گل میں محبوس کیا جارہا تھا' کہیں ''امرھم شوریٰ بینھم'' کی حامل قوم کی نگاہوں میں مخلوط انتخاب کے سراب کو آبِ حیوان بنا کر دکھایا جارہا تھا' کہیں اس ''اولی الامر منکم'' کی مامور جماعت کے لئے غیر مسلموں کی امامت و قیادت کو عین دین قرار دیا جارہا تھا' کہیں انگریز کے خلاف ''متحدہ محاذ'' کے طلسم سے کفار ومشرکین سے تولّی کے جواز کے فتاویٰ شائع ہو رہے تھے' ایک طرف ایک مفتیِ آتش نفس سرودگاہِ واردھا کی مستعارلَے میں یہ خواب آور گیت گارہا تھا کہ ''عالمگیر سچائیاں تمام مذاہب میں یکساں طور پر موجود ہیں'' اس لئے اسلام کو کسی دوسرے مذہب پر کوئی فوقیت نہیں۔ دوسری طرف کچھ خداوندانِ مکتب شاہین بچوں کے لئے اہمسا کی بازوشکن تعلیم کی اسکیمیں تیار کر رہے تھے' ہندو اپنے ذہن میں ''راج راج'' کے قیام کے منصوبے باندھ رہا تھا اور اس کے لئے انگریز سے شریفانہ معاہدے (جنٹلمین ایگریمنٹ) استوار کر رہا تھا' ہندوؤں کے شوروغوغا سے متاثر انگریز بھی مسلمانوں کو بلاتامل ہندو کے ہاتھ میں دے دینے پر آمادہ تھا کہ وہ اپنی پانچ ہزار سالہ غلامی کا جذبۂ انتقام اس کے خون سے ٹھنڈا کرے' جو لوگ اغیار کی صفوں میں کھڑے ہو کر ملت اسلامیہ کی نمائندگی کا دعویٰ کر رہے تھے ان میں اتنا سمجھنے کی بھی استطاعت نہ تھی کہ بساط سیاست پر یہ آئینی مہرے کس طرح چلائے جا رہے ہیں' ہندو خوش تھا کہ میں نے نو کروڑ فرزندانِ توحید کو اچھوتوں کی صف میں ملا دیا' انگریز راضی تھا کہ وہ خنجر ہلال جس کے بے نیام ہونے کے خوف سے کلیجۂ صلیب میں ہمیشہ دھڑکن رہتی تھی اسے گنگا کی لہروں میں بہا دیا گیا کہ اس کسمپرسی کے عالم اور اس خلفشار وتشتت کے وقت آپ آگے بڑھے اور ہندوؤں اور انگریزوں کے ہر خفیہ منصوبے اور ہر پوشیدہ سازش کو ایک ایک کر کے بے نقاب کر دیا اور یوں ان کے تصورات کی حسین دنیا کو ایک خواب پریشاں میں تبدیل کر کے رکھ دیا اور ساری دنیا پر اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ

''آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا''

بطلِ جلیل القدر!

ہمیں خوب احساس ہے کہ آپ کی منزل کس قدر کٹھن اور راستے میں کس قدر مشکلات کا سامنا ہے' جہاں تک غیروں کا تعلق ہے' مسلمان جیسی منتشر قوم کے مقابلے میں ہندوستان اور برطانیہ کی دو بڑی قوتوں کا متحدہ محاذ ہی کچھ کم سنگ گراں نہیں لیکن غیروں سے کہیں زیادہ مہیب اور جانگداز مشکلات خود اپنوں کی پیدا کردہ ہیں ان ''اپنوں'' کو بھی چھوڑیئے جو محض اپنی سنہری اور روپہلی مصلحت کوشیوں کی خاطر نشرگاہ واردھا کے آلۂ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) بنے ہوئے ہیں وہ تو اس مخالفت پر مجبور ہیں لیکن سب سے زیادہ ماتم تو ان ''مخلص منافقین'' کا ہے جن کی رفاقت وحمایت بیش از یں نیست کہ

کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو

جن کا مقصد وحید اپنے طرۂ وجاہت کا قیام و بقا ہے' خواہ یہ آستانۂ خواجہ یثرب سے وابستگی ظاہر کرنے سے حاصل ہو جائے یا لشکرِ بولہبی میں شمولیت سے' بایں ہمہ نہ ان غیروں کا ہجوم مخالفت ایسا ہے کہ اس سے کچھ خوف کھایا جائے اور نہ

اپنوں میں سے بعض کی نوازشہائے بیجا اور دوسروں کے طعنہ ہائے دلخراش ایسے کہ ان کا غم کھایا جائے کہ جو حق پر ہو اسے کسی کی مخالفت کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔

''رہے ہیں اور ہیں فرعون تیری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ تیری آستیں میں ہے ید بیضا''

حریت مآب!

ہمیں اس بات کا بھی علم ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ تگ و دوِ حیات میں جو نصب العین آپ کے سامنے ہے وہ وہی ہے جو ہر مسلمان کی نگاہ کے سامنے ہونا چاہئے' جس کے دل میں بہ حیثیت مسلمان زندہ رہنے کی تڑپ اور اپنی نسلوں کو بہ حیثیت مسلمان رکھنے کی آرزو موجزن ہے اور کسے معلوم نہیں کہ وہ پاکستان کی تشکیل کے سوا اور کچھ نہیں' جس طرح آپ احوال و ظروف نصب العین ہندوستان کے اندر ایک اسلامی ہند (مسلم انڈیا) کا صحیح جائزہ لیتے ہوئے قدم بقدم اس درخشندہ نصب العین کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں وہ آپ کی بلند نگہی اور حسن تدبر کا آئینہ دار ہے' سطح بیں لوگوں نے آپ کو صرف ایک فاضل مقنن اور دیدہ ور مدبر کی حیثیت سے ہی پہچانا لیکن جن لوگوں کو آپ کے قریب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مبداء فیض نے آپ کو اس قدر ذہن رسا کے ساتھ ساتھ کس قدر دل پرسوز و پر درد کی نعمتوں سے نوازا ہے۔

خرد نے تجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ
سکھائی عشق نے تجھ کو حدیثِ رندانہ

اور قلب و نظر اور عقل و عشق کا یہی امتزاج ہے جو ایک ناخدائے کشتیٔ ملت کی متاع گراں بہا ہے۔

نگہ بلند' سخن دلنواز' جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

عالی مرتبت!

آپ یقین فرمایئے کہ جس قوم کی فلاح و بہبود آپ کی زندگی کا منتہا ہے اس قوم کا سوادِ اعظم آپ کی قیادت و امارت پر کامل بھروسہ رکھتا ہے اور ان کی خاطر آپ نے جو گرانقدر قربانیاں دی ہیں ان کے دل میں انکا ر پورا پورا احساس ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ سرزمین پنجاب جو ملت اسلامیہ کے اس اجتماع عظیم کی تقریب پر آپ کی تشریف آوری سے سرفراز ہونے والی ہے اس میں آئینی نکتہ نگاہ سے ابھی پراونشل لیگ کا قیام بھی عمل میں نہیں آ سکا' لیکن ہمیں امید ہے کہ یہ حقیقت آپ کی نگاہ سے مستور نہ ہوگی کہ پنجاب کا ایک ایک قریہ اور اس قریہ کے ایک ایک فرد کا دل آپ کی عظمت و عقیدت کا نشیمن بنا ہوا ہے' بس کسی ایک مردِ خود آگاہ و خدا دوست کے نعرۂ مستانہ کی دیر ہے' یہ طوفانِ بلا انگیز کسی سے روکے نہیں رکے گا' اس وقت بچے گا وہی جو کشتیٔ ملت میں اخلاص و دیانت سے سوار ہوگا اور پکارنے والا پکارے گا کہ۔

لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم

سید القوم!

ادارہ طلوع اسلام جسے ہزارہا پرخلوص اور صحیح النظر مسلمانوں کی ترجمانی کا فخر حاصل ہے اجلاس لیگ کی صدارت پر آپ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہے اور مستدعی ہے کہ جس نصب العین کی طرف آپ کا قدم اٹھ رہا ہے قوم کو اس کی طرف اور تیز گامی سے بڑھاتے جایئے' اس نصب العین کے حصول کے لئے اگر ضرورت پیش آئی تو آپ دیکھیں گے کہ قوم کس طرح کفن بردوش و سر بکف آپ کی دعوت پر لبیک کہتی ہے۔

بانشۂ درویشی در ساز و دما دم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن

(''اراکین ادارہ طلوع اسلام دہلی'')

(مطبوعہ طلوع اسلام' جنوری ۴۸ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر شبیر احمد۔ ایم۔ ڈی (فلوریڈا)

ہدیۂ عقیدت

صاحبو! یہ ہدیۂ عقیدت نہایت احترام کے ساتھ بارگاہِ رسالتؐ مآب میں پیش خدمت ہے۔ چند موتی چن کر ہم نے مالا بنائی ہے۔ دیکھئے کتنی حسین ہے! کیسی مہک ہے اس میں اور کتنے خوبصورت رنگ! موتی جو ہم نے چنے ہیں وہ سب کے سب بین الاقوامی شہرت کی حامل غیر مسلم ہستیوں کی تحریروں سے۔ بس ابتدا میں اپنا ایک شعر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

جو ذوالجلال نے بخشے ہیں چند سانس مجھے
ترےؐ جمال کی ضو پر نثار کرتا ہوں
(شبیر)

لیجئے پہلا گوہرِ آبدار اور اپنے دل کی دنیا سجا لیجئے۔

۔۔۔جتنے اور جیسے دروغ اہلِ مغرب نے اندھے جذبات میں ڈوب کر محمدﷺ کی ہستی کے بارے میں گھڑے ہیں وہ خود ہمارے منہ پر ذلت کا طمانچہ ہیں۔ ایک کم گو، خلیق اور عظیم روح، ایسی روح، ایسا شخص جو بے حد مخلص کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ دنیا کو روشن کر دینا اس کے مقدر میں لکھا تھا اور یہ حکم اس بارگاہ سے جاری ہوا تھا جو تمام کائنات کی خالق ہے۔

(تھامس کارلائل، ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ، 1840ء)

۔۔۔تاریخ صاف طور سے اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ تاریخ کی سب سے زیادہ ناکارہ افواہ یہ ہے کہ کٹر مسلمان تلوار کی نوک پر اسلام کا نام لے کر دنیا کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ افسوس کہ مؤرخین نے اس جھوٹی داستان کو جتنا دہرایا ہے اس سے بڑھ کر کسی جھوٹ کو نہیں دہرایا۔

(ڈی لیسی اولیری، اسلام ایٹ دی کراس روڈز، لندن 1923ء)

۔۔۔محمدﷺ کا بلند پایہ ذہن بادشاہت کی شان وشوکت کو ایک آن میں ٹھکرا دیتا ہے۔ خداوند کے اس پیغمبر نے وہ سب کام اپنے ہاتھوں سے کئے جو ایک عام غریب آدمی کیا کرتا تھا۔ گھرانے کی پوری دیکھ بھال اور خدمت۔ وہ چولہے میں آگ بھی جلا لیا کرتا تھا۔ اپنے مبارک ہاتھوں سے فرش پر جھاڑو دیتا تھا۔ بکریوں کا دودھ دوہتا تھا۔ اپنے جوتوں اور کپڑوں کی مرمت خود کرتا تھا۔ ترکِ دنیا کا شائبہ نہ تھا اور نہ ہی کوئی دکھاوا جب کہ عرب اس کے قدموں تلے تھا۔ اس کی خوراک ایک غریب بدو سے بہتر نہیں تھی۔

(ایڈورڈ گبن، دی ڈکلائین اینڈ فال آف دی رومن امپائر، 1823ء)

۔۔۔محمدﷺ کی مثال پوچھتے ہو؟ انسانوں کے لئے باعثِ تقلید گوہرِ آبدار، نکھرا ہوا بے داغ کردار۔ ان کا گھر، ان کا لباس اور ان کی غذا سب کچھ سادگی کے شاہکار۔ شان وشوکت سے اتنے دور کہ اپنے ساتھیوں سے عقیدت بھرا جملہ بھی نہیں سن سکتے تھے۔ ہر کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے اور کسی سے مدد کے طالب نہیں ہوتے تھے۔ وہ ہمہ وقت سب کے لئے حاضر رہتے تھے۔ بیماروں کی عیادت کرتے اور دکھیاروں کی ہمدردی کے ساتھ مدد کرتے۔ ان کی نیک دلی، نیک عملی اور دریا دلی لا انتہا تھی۔ وہ فرد کو ہی نہیں پورے معاشرے کو خوشحال دیکھنا چاہتے تھے۔

(ڈاکٹر گستاف ویل، ہسٹری آف دی اسلامک پیپلز)

۔۔۔اگر انگلینڈ پر، جی نہیں! یورپ پر آئندہ صدی میں کسی

مذہب کا راج ہوگا تو وہ صرف اور صرف اسلام ہوگا۔ میں نے دین محمدﷺ کو ہمیشہ ادب واحترام کی نظر سے دیکھا ہے۔ سبب یہ کہ وہ واحد مذہب ہے جو ہر زمانے کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ ایسا دین جو خود بھی قوی ہے اور قوت بخش بھی۔ میں نے پیغمبر اسلام کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ حیران کن شخصیت! (برخلاف عام کرسچن عقیدے کے) میں انہیں اینٹی کرائسٹ نہیں بلکہ انسانیت کا نجات دہندہ سمجھتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ ان جیسا کوئی شخص آج کی جدید دنیا کی ڈکٹیٹرشپ سنبھال لے تو وہ نہایت کامیابی سے انسانیت کے سب مسائل حل کر ڈالے۔ اور یہ سب اس انداز سے کہ بنی نوعِ انسان کو امن وسکون اور سچی خوشی حاصل ہو جائے۔ میں پیش گوئی کر چکا ہوں کہ محمدﷺ کا دین مستقبل کے یورپ (مغرب) کو اسی طرح قابلِ قبول ہوگا جس طرح آج کے یورپ میں اسلام کی قبولیت کا رجحان شروع ہو رہا ہے۔

(سر جارج برنارڈ شا' دی جنوین اسلام' 1936ء)

۔۔۔۔اگر ہم جائزہ لیں کہ انہیں کتنے کم وسائل میسر تھے اور کتنی دور تک پائیدار حیثیت میں محمدﷺ کے کام آگے بڑھ رہے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ تاریخِ عالم میں ان کا اسمِ گرامی ایک مخصوص چمک کا حامل ہے۔ وہ صرف مکہ کے نبیﷺ نہیں ہیں۔ یہ ان کا عطا کردہ جذبہ اور پیغام ہی تھا جس کے طفیل دنیا میں ان گنت سلطنتیں ابھریں۔ خوبصورت شہر آباد ہوئے۔ صرف محلات نہیں عبادت گاہیں تعمیر ہوئیں۔ صوبے کے صوبے اور ملک کے ملک ایمان کی لڑی میں پروئے گئے۔ ان سب چیزوں سے بالاتر محمدؐ کے احکام نے حیاتِ انسانی کو قاعدہ قانون بخشا۔ انسانی عظمت کا کوئی پیمانہ لے آیئے اور اس مقدس ہستی سے موازنہ کر دیکھئے اس معیار پر کوئی پورا نہ اترے گا۔

(جے۔ ڈبلیو۔ ایچ۔ سٹیب' اسلام اینڈ اٹز فاؤنڈر)

(جاری ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رفیع اللہ شہاب (مرحوم)

مذہبی القاب کی شرعی حیثیت

اہل علم حضرات امام النووی رحمتہ اللہ علیہ کے مرتبہ سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ نے اپنی عمر عزیز کا ایک ایک سانس خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ کی ان دینی خدمات کی وجہ سے جب آپ کے معاصرین نے آپ کو ''محی الدین'' کے لقب سے پکارا تو آپ نے سخت ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

انی لا اجعل احدا فی حل ممن یسمینی بمحی الدین۔

(المدخل لابن حاج، ص 123)۔

جو کوئی مجھے محی الدین کے لقب سے پکارے گا میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا۔

امام صاحب نے اس لقب پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار اس لئے فرمایا تھا کہ اس سے شرعی تقدس کی جھلک نظر آتی تھی لیکن آپ کی وفات کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ علماء کی مجالس اسی قسم کے مختلف القابوں سے گونجنے لگیں۔ محی الدین۔ محی السنتہ۔ نجم الاسلام۔ شمس الدین۔ قادع البدعتہ۔ زکی الدین۔ شمس الاسلام۔ نعمان ہذا الزمان۔ جامع صفات ریاضیہ وعقلیہ۔ حاوی اصناف فنون نقلیہ۔ واقفِ اشاراتِ صوفیہ۔ شمس الہدایت وغیرہ وغیرہ۔

مولوی۔ مولانا۔ صوفی۔ حاجی کے الفاظ بھی کچھ اسی قبیل سے ہیں کیوں کہ ان کے استعمال میں بھی کسی نہ کسی حد تک مذہبی تقدس کی جھلک پائی جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کثرتِ استعمال سے ان کے اصلی معانی بڑی حد تک گھس چکے ہیں اور ان کا چلن اب کھوٹے پیسوں سے زیادہ کچھ نہیں رہا۔

مذہبی القاب کی اس بدعت نے جب زیادہ رواج پکڑنا شروع کیا تو علمائے حق نے ان کے خلاف آواز اٹھائی۔ انہی میں سے ایک مقتدر ہستی علامہ ابن الحاج ہیں جنہوں نے اپنی مشہور کتاب المدخل کی پہلی جلد میں اس موضوع پر بڑی شرح وبسط سے بحث کی ہے۔ اس بحث میں انہوں نے تقدس اور پاکیزگی کے حامل اسماء اور القاب کی شرعی حیثیت بڑی عمدگی سے بیان کی ہے۔ خلط مبحث سے بچنے کے لئے اور اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم زیادہ تر اس بحث کے ان حصوں کو نقل کریں گے جو القاب سے متعلق ہیں۔

القاب کی حقیقی وغیر حقیقی صورت

علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان مذہبی القاب کی دو صورتیں ہیں ایک حقیقی اور دوسری غیر حقیقی۔ حقیقی یہ ہے کہ کسی

دینی لقب کی متعلقہ صفت ملقب میں فی الواقعہ پائی جائے۔ جیسے محی الدین' کہ وہ واقعی دین اسلام کو زندہ کرنے والا ہو۔ اور غیر حقیقی وہ جب صورت اس کے برعکس ہو۔ یعنی ملقب کو لقب سے وابستہ صفات سے کوئی نسبت ہی نہ ہو۔

اہل بدعت کی ابتداء

علامہ صاحب ان القاب واسماء کے مروج ہونے کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں (ص 121) کہ جب ترک خلافتِ عباسیہ پر چھا گئے تو انہوں نے خلیفہ کو تو عباسی خاندان ہی سے رہنے دیا لیکن حکومت کی باگ ڈور ان کے مختلف سرداروں نے سنبھال لی۔ خلیفہ کی طرف سے ان سرداروں کو ان کے مرتبے کے لحاظ سے مختلف قسم کے القاب مثلاً شمس الدولہ' ناصر الدولہ' نجم الدولہ وغیرہ سے نوازا گیا۔ حکمران طبقہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے یہ اسماء والقاب عظمت و فخر کا نشان سمجھے جانے لگے۔ یہ قدرتی امر تھا کہ عامتہ الناس بھی ان میں دلکشی محسوس کریں۔ لیکن حکومت میں عمل دخل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے لئے ان القاب کا حاصل کرنا ممکن نہ تھا اس کی تلافی انہوں نے مذہب کے راستے سے کی۔ یعنی شمس الدولہ نہ سہی تو شمس الدین ہی سہی۔ چنانچہ اکثر لوگوں نے اپنی اولاد کے اسی قسم کے نام رکھنے شروع کر دیئے۔ لیکن اس زمانے میں چونکہ ان اسماء والقاب کی خاصی وقعت تھی اس لئے حکومت نے اس پر پابندی عائد کر دی۔ چنانچہ جو کوئی اپنی اولاد کو ان ناموں سے موسوم کرنا چاہتا تھا اس کے لئے مقررہ فیس کی ادائیگی کے بعد سرکاری اجازت حاصل کرنی ہوتی تھی۔

دنیاوی القاب کے بعد مذہبی القاب

اس کے بعد جب ترک قوم' خلافتِ عباسیہ کے تمام سیاہ وسفید کی مالک ہو گئی تو ان کے لئے شمس الدولہ یا ناصر الدولہ جیسے القاب میں کوئی کشش باقی نہ رہی۔ کیونکہ حکومت ان کے گھر کی لونڈی بن چکی تھی۔ اس لئے اب وہ بھی اسلام کے نام کی عظمت کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں شمس الدولہ کے مقابلے میں شمس الدین وغیرہ کے القاب زیادہ باعزت معلوم ہونے لگے۔ پھر ان القاب نے اس قدر رواج پایا کہ جہلاء تک اپنے بچوں کو انہی ناموں سے موسوم کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ معاملہ اس حد تک بڑھ گیا کہ علمائے دین بھی ان اسماء والقاب سے مانوس ہو گئے اور انہیں اس بدعت پر عمل کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہ ہوئی۔

عجمیوں کی اقتداء

اس صورتِ حال پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے علامہ ابن حاج لکھتے ہیں۔

> كان الناس يقتدون بالعالم و يهتدون بهديه۔ فصار الامر الى ان يحدث الاعاجم ومن لا علم عنده' شيئا فتقتدى العام بهم۔
>
> (المدخل۔ جلد اول۔ ص 121)۔
>
> ایک وقت تھا جبکہ عامتہ الناس علماء کی اقتداء کرتے تھے اور ان کی ہدایت سے ہدایت پاتے تھے۔ لیکن اب معاملہ یہاں تک آن پہنچا ہے کہ عجمی اور جاہل جن بدعتوں کا اختراع کریں علمائے دین اس کی پیروی کریں۔

علمائے حق کی مخالفت

جیسا کہ ہم شروع میں واضح کر چکے ہیں علمائے حق

نے تقدس کا تاثر دینے والے ان اسماء والقاب کو اختیار کرنے کی سخت مخالفت کی تھی' امام النووی کا ردعمل تو ہم شروع میں نقل کر چکے ہیں اور یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ تمام اہل اخلاص علماء کا یہی مسلک رہا ہے۔(ایضاً ص 122)۔

متاخرین کے اضافے

لیکن بعد کے آنے والے حضرات اس صورتِ حالات پر قانع نہ رہے۔اورانہوں نے اپنے بزرگانِ دین کو ایسے زاید اسماء اور القاب سے یاد کرنا شروع کر دیا جن کی انہوں نے اپنی زندگی میں مخالفت کی تھی۔تاہم امام النوویؒ کے شاگردوں اوران کے بعد آنے والے علمائے شافعیہ نے امام النووی کی خواہشات کا پورا پورا احترام کیا۔وہ انہیں ان کے اصلی نام ہی سے یاد کرتے تھے۔القاب کے نئے ماحول میں علمائے شافعیہ کا یہ طرزِعمل دوسرے حضرات کو کچھ عجیب سا لگتا تھا۔جب ان سے اس بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے اس کی یوں وضاحت کی۔

ہم اس امر کو ناپسند کرتے ہیں کہ انہیں ان القاب سے یاد کریں جنہیں وہ اپنی زندگی میں ناپسند کرتے تھے۔

ہمارے دور کی حالت

لیکن اس کے بعد جو نیا دور آیا (القریبتہ العہد بالحدوث) تو اس میں علماء کو محی الدین وغیرہ کے طرز کے اسماء والقاب سے پکارے جانے کی بدعت نے اتنا فروغ حاصل کیا کہ شاید ہی کوئی چھوٹا بڑا اہل علم اس کی زد سے محفوظ رہا ہو۔بلکہ اب تو معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ

اذا خوطبوا لغیر ھذہ الاسماء تشوشوا من اجل ذالک و تولدت الشحناء والبغضاء۔ فوضعنا لھم التزکیة الخالصة حتی لا یتشوشوا ولا تولد البغضاء ولا العداوة۔ (ایضاً۔ ص120)۔

اگر ان علماء کو ان اسماء والقاب کے بغیر پکارا جائے تو اس کی وجہ سے وہ سخت پریشان ہو جاتے ہیں اوران کے دل میں ایسا کرنے والے کے خلاف سخت نفرت اور غصہ پیدا ہو جاتا ہے۔اس لئے ہم نے ان کے اصلی ناموں کے ساتھ پاکیزگی اور تقدس کا اضافہ کر دیا تاکہ وہ پریشان نہ ہوں اور نہ ہی ان میں غصہ اور دشمنی پیدا ہو۔

مسئلہ کی شرعی حیثیت

جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے' ان القاب یعنی محی الدین وغیرہ سے ایک قسم کے تقدس کے مفہوم کا اظہار ہوتا ہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے تقدس کے اظہار سے منع فرمایا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے۔فلا تزکوا انفسکم۔(تم خود اپنی پاکیزگی کا اظہار نہ کرو۔) ایک دوسرے مقام پر ہے۔الم تر الی الذین یزکون انفسھم بل اللہ یزکی من یشاء۔ (کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف دیکھا ہے جو اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ پاکیزہ تو خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق ہی بنا جا سکتا ہے۔)(صفحہ 118)۔

قرآنی تعلیمات کے بعد ہمارے سامنے حضورﷺ کا یہ فرمان آتا ہے۔

لا تزکوا علی اللہ احداً ولٰکن قولوا

اخاله کذا و اظنه کذا۔ (ایضاً)

کسی کو اس پاکیزگی کا مستحق قرار نہ دو جو اسے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو سکتی ہے بلکہ ایسے شخص کے بارے میں صرف یہ کہو کہ میرا خیال ہے کہ وہ ایسا ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ ایسا ہے۔

فقہا کے فیصلے

قرآن وسنت کی ان تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء نے جو فیصلے دیئے ان پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔ امام ابو عبداللہ القرطبیؒ اپنی کتاب شرح اسماء الحسنیٰ میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فقد دل الکتاب والسنة علی المنع من تزکیة الانسان نفسه'۔

پس قرآن وسنت اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ کسی انسان کے لئے خود اپنی پاکیزگی کا اعلان کرنا یا تصور تک دینا جائز نہیں ہے۔ (ایضاً)

اس کے بعد علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان واضح احکامات کے باوجود ہمارے ہاں اس بدعت کا ارتکاب بڑھتا جاتا ہے۔

قال علماء نا و یجری هذا المجری ما قد کثر فی الدیار المصریة وغیرها من بلاد العراق و العجم من نفسهم انفسهم بالنعوت التی تقتضی التزکیة و الثناء کزکی الدین' محیی الدین' وعلم الدین و شبه ذلک۔ (ایضاً)

ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ یہ معاملہ بھی اسی ذیل میں آتا ہے جو دیارِ مصریہ' بلادِ عراق اور دوسرے عجمی ممالک میں رواج پا چکا ہے۔ یعنی وہ اپنے آپ کو ذکی الدین' محی الدین اور علم الدین جیسے القاب' کہ جن سے پاکیزگی اور تقدس کا اظہار ہوتا ہے' سے موسوم کرتے ہیں۔

صحابۂ کرامؓ کی مثال

اسی ضمن میں علامہ موصوف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مثال پیش کرتے ہیں کہ اگر یہ القاب جائز ہوتے تو امتِ مسلمہ میں اس کے سب سے بڑے حقدار صحابہ کرامؓ ہوتے۔ کیونکہ ان کے شمس الھدایہ' انصار الدین اور ظلمت میں روشنی ہونے کی خود قرآن حکیم نے شہادت دی ہے۔ (صفحہ 120)۔

ناپسندیدہ امر کا ارتکاب

کتنے افسوس کی بات ہے کہ شریعت اسلامیہ جس معاملہ کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے وہ اس قدر عام ہو گیا ہے کہ ہمیں اس کے غیر شرعی ہونے کا احساس تک نہیں رہا۔ اگر کوئی پکارنے والا آپ کو ان القاب سے پکارتا ہے تو وہ ایک ایسی بدعت کا ارتکاب کرتا ہے جس کی شریعت اسلامیہ کسی صورت اجازت نہیں دیتی اور اگر آپ بھی اس پکار پر متوجہ ہوتے ہیں تو آپ بھی پکارنے والے کی طرح ایک ناپسندیدہ امر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (صفحہ 118)۔

غیر حقیقی القاب

بحث کا یہ حصہ زیادہ تر حقیقی القاب سے متعلق ہے۔ یعنی ان اسماء و القاب سے وابستہ صفات' کسی حد تک ملقب شخصیت میں پائی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود شریعت اسے

پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتی۔ لیکن ہمارے ہاں تو معاملہ اس حد سے گزر کر غیر حقیقی القاب تک جا پہنچا ہے۔ یعنی جس شخص کے ساتھ ایسے القاب کا اضافہ کیا جاتا ہے اس میں ان صفات کا پایا جانا تو کجا ان کی جھلک تک بھی موجود نہیں ہوتی۔ چنانچہ مصنف علیہ الرحمتہ ایسے طرزِ عمل کو دوہری برائی شمار کرتے ہیں۔ ایک القاب کی بدعت کی برائی ور دوسرے جھوٹ کا ارتکاب۔ کیونکہ جھوٹ کے بارے میں شریعت میں اور زیادہ سخت احکام ہیں۔

چنانچہ اس کے بعد جھوٹ کے شرعی احکام بڑی تفصیل سے نقل کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ کوئی جھوٹ تو اپنی جگہ پر رہا' اسلام جھوٹ کا شائبہ تک برداشت نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ وہ بے زبان جانوروں کے ساتھ جھوٹا اشارہ تک کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ علامہ صاحب اس کی وضاحت اسلامی لٹریچر کے ایک واقعہ کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کی سواری کا جانور کسی طرح بھاگ نکلے جسے وہ کسی طرح پکڑ نہ سکتا ہو اور وہ اس کے پکڑنے کے لئے اس جانور کو خالی توبرہ اس طرح دکھائے گویا اس میں گھاس وغیرہ ہے حالانکہ اس میں گھاس وغیرہ کچھ نہیں اور جانور اس کو گھاس سمجھ کر آگے بڑھے اور اس کا مالک اسے پکڑ لے تو یہ کارروائی بھی اس شخص کے ذمے ایک جھوٹ لکھی جائے گی اور قیامت کے دن اس سے اس جھوٹ کا پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ (ص 119)۔

اس بدعت کے خاتمے کی تجاویز

آخر میں علامہ صاحب اس بدعت کے خاتمے کے لئے علمائے دین کے سامنے کچھ تجاویز پیش کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر کوئی شخص ایسے اسماء والقاب سے پکارے تو اسے نرمی سے سمجھایا جائے کہ شریعت اس امر کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عالمِ دین کو ایسے القاب سے پکارے تو اس عالمِ دین کو خاموش نہیں رہنا چاہئے بلکہ پکارنے والے کو مسئلہ کی صحیح شرعی حیثیت سمجھانی چاہئے۔ آخر میں علامہ موصوف ہر عالمِ دین سے کم از کم یہ مطالبہ کرتے ہیں:

و اقل ما یمکن فی حقه فی غیر هذا المجلس ان لا یستجیب لمن ناداه بهذا الاسم حتی ینادیه بالاسم المشروع۔ (ص 117)۔

ہر عالمِ دین سے کم از کم یہ مطالبہ ہے کہ درس کی مجلس کے علاوہ اگر کوئی صاحب ان کو اصلی نام کی بجائے ایسے القاب سے پکارے تو وہ اس کا بالکل جواب نہ دیں۔ یہاں تک کہ وہ ان کے معروف نام پکارنے پر مجبور ہو جائے۔

اور درس کی مجلس میں اس کے لئے یہی کافی ہوگا کہ وہ ایسا کرنے والوں کو تعلیم و تبلیغ کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرے۔ اگر ہمارے علماء نے صدق دل سے اس پر عمل کیا تو یہ بدعت اپنی موت آپ مر جائے گی۔

علامہ صاحب کی وفات کو ایک عرصہ گزر چکا ہے اور معلوم نہیں کہ ان کی ان تجاویز پر کہاں تک عمل ہوا تھا لیکن یہ ظاہر ہے کہ القاب کی اس بدعت کا خاتمہ تو کجا یہ اب اس حد تک ترقی کر چکی ہے کہ عامتہ الناس یہ سمجھنے لگے ہیں کہ وہ شریعت کا ایک حصہ ہیں اور یہ کہ اگر ان مذہبی بزرگوں کا نام ان القاب کے بغیر لیا جائے تو یہ گناہ کبیرہ کے مرادف ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمیل احمد عدیل

ہمارے مُحسن

کوئی کبھی کچھ نہ ہوتا' اگر اس کے پیچھے کوئی نہ ہوتا۔ جی ہاں Selfmade کوئی نہیں ہوتا۔ بس ایسا ہو جاتا ہے' بسا اوقات کامیاب ہونے والا اپنی کامیابی کا واحد سبب اپنی محنت کو قرار دے کر گمراہ ہو جاتا ہے درآں حالیکہ اس کی کامرانی کے عقب میں بے شمار مہربان موجود ہوتے ہیں۔ ماں باپ کی نیک تمناؤں سے لے کر ان کی عملی معاونتوں تلک جانے کتنی مسافتیں مل کر ایک پڑاؤ میں ڈھلتی ہیں۔ منزل کے ناظر کو سفر کی طوالت اور صعوبت کی کیا خبر؟ یہ تو مسافر ہی جانتا ہے کہ کس کس مسافر نواز کی عطوفت اس کے لئے شجرِ سایہ دار ثابت ہوئی ہے۔

صاحبو! ہم ابھی طالبعلم ہیں' طفلِ مکتب' منزل ہنوز بہت دور ہے لیکن لفظ وحرف کے پرنور زاویوں سے معمور مرغزار کی سیاحت کرتے ہوئے ربع صدی بہرنوع بیت گئی ہے۔ آج ایسے ہی بغیر کسی وجہ کے' بے طرح جی چاہا کہ اپنے ان محسنوں کو یاد کیا جائے جن کی شفقتوں نے آگے بڑھنے کا حوصلہ بخشا وگرنہ جو دوچار سخت تر مقامات آئے تھے' بڑی آسانی کے ساتھ رخ کو موڑ سکتے تھے۔ علم وادب کا ایک قاری آڑھت کی دکان پر گدی نشین بھی ہوسکتا تھا' ظاہر ہے یہ عمل دنیا تو سنوار دیتا مگر عقبیٰ' جی دوستو وہ عقبیٰ جس کا دوسرا نام بہشت ہے اور بہشت کی Definition ہماری نگاہ میں یہی ہے کہ ان اعمال کا منطقی انعام جن کو انجام دیتے ہوئے روح کو سرور اور من کو سرشاری عطا ہوتی ہو' سچی' خالص' کھری آسودگی اور ہمیں مذکورہ نشاط صرف اور صرف لفظ وحرف کی ہم نشینی یا رفاقت سے نصیب ہوتی ہے۔ بس کچھ پڑھ رہے ہوں' کچھ لکھ رہے ہوں' یہی عمل دنیا ہے' یہی آخرت ہے' یہی فردوسِ بریں ہے اور ہر وہ شے جو اس ارمغان کی راہ میں روک بنے وہ جہنم ہے۔

سو آج بطور تحدیثِ نعمت ان کرم فرماؤں کا اجمال کے ساتھ ذکر کریں گے جن کی شاباش نے عزمِ سفر جیسی بے پایاں ثروت عطا کی۔ اچھا یہ صراحت کر دیں کہ ہمیں بھی بہتوں کی طرح دو قسم کے رہنما نصیب ہوئے ہیں۔ وہ جن سے براہ راست اکتسابِ فیض کا موقع ملا' وہ جن سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی لیکن ان کی تحریروں یا علمی اثاثے نے اس خوبصورت راہ کا راہی بنائے رکھا۔ ان ہر دو گروہوں سے متعلقین بعض معروف شخصیات ہیں بعض غیر معروف مگر ہماری نظر میں دونوں یکساں قابلِ احترام ہیں۔ پیارے قارئین!

آپ کو یہ امر بے حد دلچسپ محسوس ہو گا کہ ہمارے بدرقہ یا راہبر کسی ایک مکتبہ فکر کے افراد نہیں ہیں۔ نظریات کے اعتبار سے ان کے بیچ بعد القطبین ہے لیکن ہمیں وہ برابر اچھے لگتے ہیں۔ آپس کی بات ہے کہ طبعاً ہم خود کوئی منشور پسند واقع نہیں ہوئے ہیں۔ ''خذ ما صفا ودع ما کدر'' کے اصول کو مدنظر رکھ کر جو بہتر جہاں سے ملا' اسے فوراً چن لیا۔ یوں کوئی تمسخر اڑانا چاہے تو ہمیں ''چوں چوں کا مربہ'' بھی کہہ سکتا ہے ورنہ بلیغ اور شائستہ لفظ ''امتزاج'' بہرطور لغت میں موجود ہے۔

رحیم بھٹہ صاحب ہمارے پہلے باقاعدہ استاد ہیں۔ اب غالباً اسی (80) کے پیٹے میں ہوں گے۔ 26 برس پہلے ان کے روبرو زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی سعادت ملی۔ ان کی سالہا سال کی متواتر رفاقتوں نے وہ اساس فراہم کر دی کہ علم و ادب ہی دنیا جہان قرار پا گئے۔ رحیم صاحب ہزار ہا کتب کا فشردہ ہیں۔ واقعی نہایت وسیع المطالعہ۔ انگریزی اردو کے بہترین انشاء نگار' ہینڈ رائیٹنگ غضب کا۔ اگرچہ ہم ان کے مخصوص معتقدات سے متفق نہیں ہو سکے لیکن ان کے قُرب نے علوم وفنون کے ساتھ وہ والہانہ شیفتگی عطا کر دی کہ اسی در کے ہو کے رہ گئے' علامہ نیاز فتح پوری سے تعارف بھی یکے از فیض الرحیم' ہے۔ کئی برس نیاز صاحب کی تصانیف محبوب رہیں۔ ہر چند ان کے کئی نظریات کا کافی حد تک طلسم بکھر چکا ہے لیکن ان کے اسلوبِ نگارش اور طرزِ استدلال کے ہم آج بھی مفتوں ہیں۔ ایف سی کالج میں بیس اکیس برس قبل جب ہم پڑھا کرتے تھے تو خوش قسمتی سے ڈاکٹر آغا سہیل جیسے نابغہ سے براہِ راست کسب علم کا موقع مل گیا۔ انہوں نے ریڈیو پروگرامز کے بہانے لکھنے کی مسلسل تحریک پیدا کئے رکھی۔ ایک ایک سطر وہ خود پڑھتے' اصلاح کرتے۔ پھر اتنے نستعلیق' اتنے کشادہ ظرف' بے انتہا ملائم لہجے کے مالک' بس انہیں مجسم شفقت کہا جا سکتا ہے۔ ترقی پسند ادب سے انہوں نے متعارف کروایا اور جادوں کو اور منور کر دیا۔ ایف سی کالج سے نکلے تو اورنٹیل کالج میں جا پہنچے۔ یہاں خواجہ زکریا صاحب' ڈاکٹر سہیل احمد خان' سجاد باقر رضوی مرحوم' ڈاکٹر عبید اللہ خان' ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی' ڈاکٹر تحسین فراقی اور پروفیسر فخر الحق نوری صاحب ایسے مجھے ہوئے اساتذۂ ادب موجود تھے۔ عمر کا وہ حصہ ''مسائل تصوف'' میں اکثر الجھا لیتا ہے سو ہم بھی گلشن کے کاروبار کے لئے گلوں میں رنگ بھرے' بادِ نو بہار چلے کی گنگناہٹوں کو ترجیح دینے کے سبب متذکرہ اصحاب فن سے وہ فیض نہ پا سکے جس کی ضرورت تھی۔ البتہ ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کے گوڈے سے برابر لگے رہے۔ تھیسس بھی ان کی نگرانی میں لکھا اور ان کی پیار بھری ڈانٹ ڈپٹ سے ان گنت کتابیں پڑھ ڈالیں۔ ڈاکٹر صاحب محترم نے جناب حفیظ الرحمٰن احسن مدیر ''سیارہ'' کے دفتر اور اسلامی حلقے کی راہ دکھا دی' یوں اعمال کو اور استقامت نصیب ہو گئی۔ پھر ٹی ہاؤس کے حلقہ اربابِ ذوق نے باقی ماندہ وٹے بیڑیوں میں ڈال دیئے۔ اجلاس کے روز دوپہر کو ہی جا بیٹھتے' شام کو دانشوروں کی تنقیدی گفتگوؤں سے محظوظ ہونا عظیم عیاشی قرار پا گیا۔ امجد طفیل کی مہربانی سے چند افسانے اور مضامین پڑھنے کا اعزاز بھی حاصل ہو گیا۔ علی اکبر عباس کی تھپکی سے کچھ کچھ بولنے کی ہمت بھی ملنے لگی۔ قصہ مختصر قیام لاہور میں سے فراقی صاحب جیسے نہایت طباع' ذہین اور غیر معمولی صاحب مطالعہ شخصیت کے احسانات منہا ہو جائیں تو اک خلا استقبال کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ممتاز ادیب میرزا ادیب مرحوم اور اشفاق احمد سے تعلق واسطہ بھی فراقی صاحب کی عطاؤں کا اظہار ہے۔ تب سے ہی اشفاق صاحب کی گفتگو

کا سحر اس عاجز کا آئیڈیل بنا ہوا ہے' بلاشبہ ان کے متصوفانہ نظریات اس خاکسار کے کام کی چیز نہیں ہیں لیکن بیان کا جو جادو ان کے پاس تھا ہمیں تو ایک بھی بولنے والا ان کا ہم پلہ دکھائی نہیں دیتا۔

دوستو! یہاں ایک اور شخصیت کا ذکر کرنا چاہیں گے' اگرچہ عام لوگوں میں ان کے متعلق ایک خاص قسم کا ردعمل نما تاثر سا موجود ہے نام ہے ان کا علامہ غلام احمد پرویز۔ ہماری ان سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی' جب ان کی وفات ہوئی تو ان کی میت کو دیکھا کہ جنازے کے ساتھ شامل تھے بلکہ تدفین تک وہیں رہے۔ ان کا اپنا کہنا ہے میرا کہا حرفِ آخر نہیں اس لئے اختلاف ہر شخص کا حق ہے۔ سو یہ حق ہم بھی سب کی طرح محفوظ رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی کتب کے بالاستعیاب مطالعے کے بعد دو باتیں ہمیں غیر معمولی قوتیں دان کرنے کا سبب بنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ ان کا عجیب لگاؤ آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔ ایسا بے مثل عشق علامہ اقبالؒ کے بعد پرویز صاحب کے حصے میں ہی آیا ہو گا۔ حضور ﷺ کی سیرت پر ان کی کتاب ''معراجِ انسانیت'' کوئی بے چشمِ نم پڑھ ہی نہیں سکتا۔ دوسرا قرآنِ مجید سے ان کا بے پناہ قلبی تعلق۔ اپنی عمر کے کم و بیش ساٹھ برس انہوں نے اللہ کی آخری کتاب کے پیغام کو عام کرنے کے لئے صرف کر دیئے۔ مرحوم پرویز نے پچاس سے زائد کتب تصنیف کی ہیں۔ اتنی عمدہ نثر اور اتنا دلنشیں اسلوب کسی باقاعدہ ادیب کے ہاں بھی نظر نہیں آتا۔ عرض یہ کرنا ہے کہ راقم کو اس وادی میں روکنے والی ایک یہ شخصیت بھی ہیں جن کا اس عاجز کی ذات میں وافر حصہ پڑ گیا ہوا ہے' اسی طرح اور بھی متعدد شخصیات ہیں۔ کیا کریں' دامن کی تنگی حائل ہو رہی ہے ورنہ سرسید احمد خان' فیض صاحب' ہارون یحییٰ' خلیل جبران' میخائل نعیمی' گرو رجنیش' امرتا پریتم' راجندر سنگھ بیدی' بانو قدسیہ' ممتاز مفتی' مشتاق احمد یوسفی' مختار مسعود' شیخ منظور الٰہی' ڈاکٹر خورشید رضوی' قاضی حبیب الرحمٰن' قیوم صبا' جناب غلام رسول شاہد' سراج منیر' مشفق خواجہ' قرۃ العین حیدر' محمد حسن عسکری' ن م راشد' مجید امجد' ڈاکٹر وزیر آغا' ڈاکٹر انور سدید' ڈاکٹر سلیم اختر' منشا یاد' ڈاکٹر محمد اجمل' ڈاکٹر رشید امجد' احمد ندیم قاسمی' ڈاکٹر ابدال بیلا' محمد متین خالد' پروفیسر سید محمد اکبر' توصیف احمد خان مرحوم' جناب اطہر ندیم' عطاء الحق قاسمی' ذوالفقار علی بھٹو' حنیف رامے' مولانا جعفر شاہ پھلواری' محمد سعید شیخ' واصف علی واصف' حافظ شفیق الرحمٰن' حضرت صوفی برکت علی' ٹالسٹائی' فیودور دوستوفیسکی' کامیو' سارتر' برٹرینڈ رسل' ڈی ایچ لارنس' ارنسٹ ہیمنگوے' بیدل' علامہ نصیر الاجتہادی' ڈاکٹر شبیہہ الحسن' محمد خالد اختر' ڈاکٹر طٰہٰ حسین' عرش صدیقی' نعیم صدیقی' ایم آر کیانی سمیت بیسیوں نہیں سینکڑوں علمائے ادب و مذہب و سیاست بغیر کسی زمانی و مرتبی ترتیب کے ایک دم یاد آ رہے ہیں۔ ان میں سے ہر ستارہ بے حد درخشاں ستارہ ہے جس کی ضیاء سے راقم کا من آنگن بقعۂ نور بنا ہوا ہے' دلکشی اور رعنائی کی اپسراؤں کا رقص اپنے جوبن پر ہے۔ آئینۂ ابصار کو ہل من مزید کا عارضہ پوری قوت سے اپنی گرفت میں لئے ہوئے ہے۔ گریز کی کوئی راہ پیدا بھی کیسے ہو کہ پیچھے افتخار جیسا پیارا حبیب کھڑا کہہ رہا ہے' میرے بچے! اس سے زیادہ جمال افروز نظارہ روئے ارض پر تو کہیں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا کبھی پاؤں کی مٹی چھوڑنے کا سوچنا بھی نہیں۔